رہبر معظم سید علی خامنہ ای حفظہ اللہ

کے تہنیتی پیغامات

رہبر معظم سید علی خامنہ ای حفظہ اللہ

کے تہنیتی پیغامات

جمع وترتیب:

ابن حسن

معراج کمپنی

بیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب: رہبر معظم سید علی خامنہ ای
کے تہنیتی پیغامات

جمع و ترتیب: ابن حسن

کمپوزنگ: انس کمیونیکیشن **0300-4271066**

ناشر: معراج کمپنی لاہور

زیرِ اہتمام: ابو ظہیر

ملنے کا پتہ

محمد علی بک ایجنسی اسلام آباد
0333-5234311

فہرست

ڈاکٹر محمد سرافراز کو آئی آر آئی بی کا نیا چیئرمین منصوب کرنے پر پیغام ______ 9

گریکو رومن کشتی کی قومی ٹیم کے ورلڈ چیمپئن شپ جیتنے پر تہنیتی پیغام ______ 12

پاسداران انقلاب کی ایجادات و مصنوعات کے معائنے کے بعد تاثرات ______ 13

قومی عزم اور مجاہدانہ انتظام و انصرام کے سائے میں معیشت و ثقافت کا سال ______ 14

فری اسٹائل ریسلنگ ٹیم کی شاندار کامیابی پر تہنیتی پیغام ______ 18

ایٹمی مذاکراتی ٹیم کی قدردانی اور تاکید ______ 19

نماز کانفرنس کے نام قائد انقلاب اسلامی کا پیغام ______ 23

یارہویں صدارتی انتخابات میں عوام کی پرشکوہ شرکت پر پیغام ______ 25

عیدنوروز کی مناسبت سے قائد انقلاب اسلامی کا پیغام ______ 29

قم کے اساتذہ کے فاؤنڈیشن کی خدمات کی قدردانی ______ 34

حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کی شخصیت پر منعقدہ بین الاقوامی سیمینار پر پیغام 37
نماز کانفرنس کے نام قائد انقلاب اسلامی کا پیغام ____ 54
اولمپک ٹیم کی شاندار کامیابی پر تہنیتی پیغام ____ 56
عالمی کونسل برائے تقریب مذاہب اسلامی کے نئے سربراہ کی تقرری کے موقع پر پیغام 57
نویں پارلیمنٹ کی افتتاحیہ تقریب پر پیغام ____ 59
نئے ہجری شمسی سال 1373 کے آغاز پر پیغام ____ 63
ایرانی ویٹ لفٹنگ ٹیم کی شاندار کارکردگی پر تہنیتی پیغام ____ 68
انیسویں کل ایران نماز کانفرنس کے نام قائد انقلاب اسلامی کا پیغام ____ 70

عَرضِ ناشر

زیر نظر کتاب ''رہبر معظم سید علی خامنہ ای حفظہ اللہ کے تہنیتی پیغامات'' کو ہمارے دوست ابن حسن نے www.khamenei.ir سے جمع کر کے مرتب کیا، اس میں جناب رہبر معظم کے جو پیغامات انٹرنیٹ پر دستیاب ہوئے ان کو اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ قارئین قبول فرما کر ہمیشہ کی طرح ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

اگر اللہ نے توفیق دی تو انشاء اللہ ہم جناب رہبر معظم کی تمام کتب جو دستیاب ہوں گی ان کو مرحلہ وار شائع کریں گے۔ اس سلسلہ میں آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اگر آپ کے پاس رہبر معظم کی کوئی کتاب ہو تو ادارہ کو ارسال کر کے ممنون فرمائیں۔

جب آپ اپنے لئے دعا کریں تو ہمیں اپنی دعاؤں میں شریک رکھیں تا کہ یہ سلسلہ جاری رہ سکے، اگر کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو یہ سوچ کر معاف فرما دیں کہ انسان کی سب کوششوں کے باوجود غلطی کی گنجائش بہرحال رہ جاتی ہے، اس غلطی سے ادارہ کو آگاہ کریں تا کہ آئندہ اس کو درست کر لیا جائے۔

ڈاکٹر محمد سرافراز کو آئی آر آئی بی کا نیا چیئرمین منصوب کرنے پر پیغام

قائد انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای نے آئی آر آئی بی کی ورلڈ سروس کے سربراہ ڈاکٹر محمد سرافراز کو اس ادارے کا نیا چیئرمین مقرر کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد سرافراز بیس سال تک آئی آر آئی بی ورلڈ سروس کے سربراہ رہے ہیں ۔ان کی سربراہی میں آئی آر آئی بی کی ورلڈ سروس میں کافی توسیع ہوئی جس میں انگریزی زبان کے پریس ٹی وی، عربی زبان کے العالم ٹی وی، عربی زبان کے ہی الکوثر ٹی وی، ہسپانوی زبان کے ہسپان ٹی وی کے علاوہ ، اردو سحر ٹی وی جیسے متعدد ٹی وی چینلوں کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

قائد انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای نے اس تعلق سے اپنے حکمنامے میں فرمایا ہے کہ اسلامی جمہوریہ ایران کے ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ادارہ آئی آر آئی بی کے ذمے معاشرے کے افکار و ثقافت کی مدیریت و ہدایت کا خطیر فریضہ ہے۔

آپ نے اس حکمنامے میں فرمایا ہے کہ آئی آر آئی بی ایک یونیورسٹی کی طرح ہے اور دین اور اخلاقیات کے فروغ ، لوگوں میں امید اور آگاہی وجود میں لانے اور ایرانی اسلامی سبک زندگی کی ترویج بھی اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جناب محمد سرافراز دام توفیقہ

انجینئر جناب سید عزت اللہ ضرغامی کی چیئر مین شپ کا دور، جو مربوط، درد مندانہ اور خلاقانہ مساعی سے پر تھا، ختم ہونے کے بعد جناب عالی کو ان صلاحیتوں کے پیش نظر جن سے آپ بحمد اللہ آراستہ ہیں اور قومی ذرائع ابلاغ میں طویل انتظامی تجربات اور اس عظیم اور حد درجہ اہم شعبے کے سلسلے میں آپ کی وسیع معلومات کے پیش نظر، پانچ سال کے لئے اسلامی جمہوریہ ایران کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ادارے (آئی آر آئی بی) کا چیئر مین مقرر کرتا ہوں۔

ریڈیو اور ٹی وی کا ادارہ، معاشرے کی رائے عامہ اور ثقافت کی نظم و ترتیب اور رہنمائی کی خطیر ذمہ داری کے ساتھ ایک عمومی یونیورسٹی کی حیثیت سے عمیق اور پیشرفتہ پیشہ ورانہ ابلاغیاتی پروگراموں اور سرگرمیوں کے ذریعے عوام الناس کے درمیان دین و اخلاقیات اور امید و آگاہی نیز اسلامی ایرانی طرز زندگی کی ترویج کے فرائض کا حامل ہے۔ موجودہ دور میں قومی میڈیا کی تاریخی ذمہ داری، ثقافتی خودمختاری کی حفاظت اور ارتقاء اور اسلامی مملکت ایران کے انقلاب کی ماہیت کی پاسداری ہے۔ اسلامی نظام کے اعلی اہداف کے راستے میں معاشرے کے افراد کا قومی عزم، روحانی فروغ اور انقلابی جوش و جذبہ عمیق اور وسیع عمومی آگاہی و معرفت پر منحصر اور خالص دینی افکار کو وجود عطا کرنے والے سرچشموں اور اسلامی انقلاب کے ممتاز اور جوش و جذبے سے

معمور چاہنے والوں کے جم غفیر سے رابطے کا متقاضی ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی کا ادارہ ملکی ترقی کے عمل کو حرکت میں لانے اور اس کی حوصلہ افزائی کرنے والی قوت کی حیثیت سے، ملت کے عمومی نظم وضبط کی ہمہ جہتی اور خلاقانہ ابلاغیاتی پشت پناہی نیز اسلامی نظام کی بنیادی پالیسیوں کے نفاذ اور ملک کے ارتقاء پذیر مستقبل کا خاکہ پیش کرنے والی قومی دستاویز (سندچشم انداز) کے اجراء اور اہداف کے حصول کے سلسلے میں انتظامی امور میں تعاون کا فریضہ اپنے دوش پر رکھتا ہے۔ اہم ترین پالیسیاں جو قومی ابلاغیاتی ادارے کے لئے اس عظیم فریضے کی ادائیگی میں مددگار ثابت ہوسکتی ہیں، ان کا نوٹیفکیشن جاری کیا جائے گا۔

آخر میں ضروری ہوگا کہ انجینئر جناب ضرغامی اور ان کے رفقائے کار کا تہہ دل سے شکریہ ادا کروں جنہوں نے قومی نشریاتی ادارے کو اپنے دور میں، قابل لحاظ ترقی دلائی اور گوناگوں سیاسی، سماجی اور ثقافتی میدانوں میں موثر کردار ادا کرنے میں اسے کامیاب کیا۔

جناب عالی جو اسلامی انقلاب کے معزز شہدا کے خاندان کے فرد ہونے کا افتخار رکھتے ہیں، خداوند منان کی درگاہ میں اللہ کی عنایتوں کے سہارے اس حساس اور خطیر ذمہ داری کو ادا کرنے میں آپ اور آپ کے محترم رفقائے کار کی کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔

سیّدعلی خامنہ ای

۱۵ آبان ۱۳۹۳ ہجری شمسی

مطابق 6 نومبر 2014

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

گریکو رومن کشتی کی قومی ٹیم کے

ورلڈ چیمپئن شپ جیتنے پر تہنیتی پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ایران کی گریکو رومن کشتی کی قومی ٹیم کے ارکان اور فنی کیڈر کے افراد

عالمی چیمپئن کا خطاب ملنے پر آپ کو اور عزیز عوام کو مبارک باد پیش کرتا ہوں

اور اس بات پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ ملک کی سربلندی کا باعث بنے۔

سید علی خامنہ ای

۲۳ شہریور ۱۳۹۳

مطابق 14 ستمبر 2014

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

پاسداران انقلاب کی ایجادات ومصنوعات

کے معائنے کے بعد تاثرات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پاسداران انقلاب اسلامی فورس میں ارتقاء کی روشن علامتیں جو اللہ پر توکل، خوداعتمادی اور جرأت فکر وعمل کی برکتوں کا نتیجہ ہے خلائی وفضائی شعبے کی اس نمائش میں ایک بار پھر دکھائی دیں۔ ایسے باایمان اور کارساز افراد کے وجود کی نعمت اور ان کے سعی وعمل کے ثمرات پر اللہ تعالی کا شکر بجالاتا ہوں اور فکر واستعداد کے خالق سے ان کی روز افزوں کامیابیوں کی دعا کرتا ہوں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ اپنی باعظمت اور حساس مہم کو کبھی نظر انداز نہ کیجئے اور توکل واخلاص کے جذبے کے ساتھ مقدار اور معیار دونوں اعتبار سے پیشرفت پر توجہ دیجئے، اللہ آپ سب کی حفاظت فرمائے۔

سید علی خامنہ ای

۲۱/۲/۹۳

11 مئی 2014

قومی عزم اور مجاہدانہ انتظام و انصرام

کے سائے میں معیشت و ثقافت کا سال

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یا مقلب القلوب و الأبصار یا مدبّر الّیل و النّهار یا محوّل الحول و الاحوال حوّل حالنا الی احسن الحال اللهم صل علی فاطمة و أبیها و بعلها و بنیها اللهم کن لولیّك الحجّة بن الحسن، صلواتك علیه و علی آبائه، فی هذه السّاعة و فی کل ساعة، ولیّاً و حافظاً و قائداً و ناصراً و دلیلاً و عیناً حتی تسکنه ارضك طوعاً و تمتّعه فیها طویلا اللهم عجل فرجه و اجعلنا من اعوانه و انصاره و شیعته

پورے ایران اور دنیا کے دیگر مقامات پر آباد اپنے تمام عزیز ہم وطنوں اور تمام ایرانیوں کو سال نو کی آمد کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ خصوصی تبریک و تہنیت پیش کرتا ہوں، شہیدوں کے باعظمت خاندانوں، جانبازوں (دفاع وطن میں جہاد کے دوران زخمی ہوکر جسمانی طور پر معذور ہو جانے والے مجاہدین) ان کی ازواج اور ان

تمام افراد کو جنہوں نے اسلام کی راہ میں اور ایران کے لئے جہاد کیا اور کر رہے ہیں اور اپنے دوش پر ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھایا ہے اور اٹھا رہے ہیں اور ان تمام اقوام کو بھی نوروز کی مبارکباد پیش کرتا ہوں جو نوروز مناتی ہیں اور اسے خاص احترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔

اس دفعہ ایام فاطمی کی دو مناسبتوں (حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی تاریخ شہادت کے سلسلے میں دو الگ الگ روایتوں کی بنیاد پر تیرہ جمادی الاولی اور تین جمادی الثانی کو منائے جانے والے یوم شہادت کی طرف اشارہ ہے۔) اور عالم اسلام کی سب سے عظیم خاتون، صدیقہ کبری سلام اللہ علیہا کی شہادت کی یاد میں منعقد ہونے والے پروگراموں کے موقعے پر سال نو کی آمد ہوئی ہے۔ یہ اتفاق اس بات کا باعث بنے گا کہ ہماری قوم ان شاء اللہ انوار فاطمی کی برکتوں سے بہرہ مند ہو اور اس عظیم ہستی کی تعلیمات کے سائے میں جگہ حاصل کرے اور اپنے وجود کو انوار ہدایت الٰہیہ سے جو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور خاندان پیغمبر ﷺ کے وسیلے سے دنیا کے تمام انسانوں کو عطا ہوئے ہیں منور کرے۔

برسوں کا آنا اور جانا، سال کی تبدیلی ہمارے لئے تجربہ اور بصیرت کا باعث بننا چاہئے۔ ہمیں ماضی سے سبق لیتے ہوئے مستقبل کو کھلی آنکھوں سے دیکھنا اور اپنے مستقبل کے لئے فیصلہ کرنا چاہئے۔ میں اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اس سال نو میں ہمارے تمام عزیز ایرانیوں کو صحت و سلامتی، روح کی شادابی، ذہنی احساس تحفظ، فکری آسودگی، پیشرفت، بلندی اور سعادت عنایت فرمائے۔ دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم ہمارے نوجوانوں کو نشاط و ارتقاء، ہمارے مردوں اور عورتوں کو پرافتخار راستوں کو طے کرنے کا حوصلہ اور محکم و صحیح عزم و ارادہ اور ہمارے بچوں کو شادمانی و تندرستی اور ہمارے خاندانوں کو سلامتی، محبت اور الفت عطا کرے۔ ہمارا فرض ہے کہ عبرت حاصل کرنے کے لئے بیتے سال پر نظر دوڑائیں اور فیصلہ کرنے اور منصوبہ بندی کے لئے

آنے والے سال کا جائزہ لیں۔ جو سال گزرا اس کے لئے اعلان کیا گیا تھا کہ سیاسی جہاد اور اقتصادی جہاد کا سال ہے۔ سیاسی جہاد بحمد اللہ مختلف میدانوں میں بہ احسن انجام پایا انتخابات میں بھی، عظیم (ملک گیر) جلوسوں میں بھی، مختلف میدانوں میں عوام کی بھرپور شراکت کے ذریعے بھی اور سال بھر حکام اور عوام الناس کی جانب سے انجام پانے والی سرگرمیوں اور کوششوں کی صورت میں بھی۔ یہ حکومت تبدیل ہونے اور اقتدار کی منتقلی کا سال تھا اور یہ عمل ملک کے اندر انتہائی پرسکون ماحول میں اور نہایت محفوظ انداز میں سرانجام پایا اور بحمد اللہ ملک کے طویل انتظامی سلسلے کی ایک نئی کڑی معرض وجود میں آئی۔

اقتصادی جہاد کے میدان میں جو کام ہونا چاہئے تھا اور جس کے انجام پانے کی توقع تھی وہ انجام نہیں پا سکا۔ کوششیں ضرور ہوئیں جن پر اظہار تشکر کرنا چاہئے مگر اقتصادی جہاد کے میدان میں جو بڑا کام انجام پانا تھا وہ بدستور ہمارے سامنے ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اس جہاد کو عملی جامہ پہنائیں۔ معیشت کا کلیدی معاملہ ہمارے ملک اور ہماری قوم کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے اور 21 مارچ 2013 الی 20 مارچ 2014 کے اواخر میں بحمد اللہ اقتصادی جہاد کے لئے فکری و نظری بنیادیں وجود میں آئیں۔ مزاحمتی معیشت کی پالیسیوں کا اعلان کیا گیا اور اس میدان میں ضروری اقدامات انجام دینے کے لئے بحمد اللہ زمین ہموار ہو چکی ہے۔

21 مارچ 2014 الی 20 مارچ 2015 پر نظر دوڑانے سے اس حقیر کو جو چیز سب سے اہم معلوم پڑتی ہے وہ دو مسائل ہیں۔ ایک تو یہی معیشت کا مسئلہ ہے اور دوسرا مسئلہ ثقافت کا ہے۔ ان دونوں میدانوں اور دونوں شعبوں میں جس بات کی توقع ہے وہ ملک کے حکام اور عوام الناس کی مشترکہ سعی و کوشش ہے۔ زندگی کی تعمیر اور مستقبل کو سنوارنے کے سلسلے میں جس چیز کی توقع ہے عوامی شراکت کے بغیر اس کا وقوع پذیر ہونا ممکن نہیں۔ بنابریں انتظامی فرائض کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ جو حکام کے

ذمے ہے، دونوں میدانوں میں عوام کی موجودگی بھی لازمی اور ضروری ہے۔ معیشت کے شعبے میں بھی اور ثقافت کے میدان میں بھی۔ عوام کی شراکت کے بغیر کام آگے نہیں بڑھے گا اور مقصود حاصل نہیں ہوگا۔ لوگ مختلف عوامی طبقات میں محکم ارادوں اور پختہ قومی عزم کے ساتھ اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ کاموں کی درست انجام دہی کے لئے حکام کو عوام کی پشت پناہی کی ضرورت ہے۔ انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالی کی ذات پر توکل کر کے، توفیقات و تائیدات الہٰی کی دعا کے ساتھ اور عوامی معاونت کا سہارا لیکر میدان عمل میں قدم رکھیں، اقتصادی شعبے میں بھی اور ثقافتی شعبے میں بھی۔ میں ان شاء اللہ جمعے کے دن کی تقریر میں ان تمام نکات کی تفصیل ملت ایران کے سامنے پیش کروں گا۔ لہٰذا میرے خیال میں اس نئے سال کے دوران جو مہم ہمیں درپیش ہے وہ ہے ایسی معیشت جو حکام اور عوام کی مدد سے فروغ پائے، اور ایسی ثقافت جو حکام اور عوام کے عزم و حوصلے کی مدد سے ہمارے ملک اور ہماری قوم کی پیش قدمی کی سمت کا تعین کرے۔ لہٰذا میں نے اس سال کا نعرہ اور اس سال کا نام معین کیا ہے'' قومی عزم اور مجاہدانہ انتظام و انصرام کے سائے میں معیشت و ثقافت''۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی محترم عوام اور حکام کی مدد فرمائے کہ وہ اس میدان میں اپنے فرائض پر عمل کر سکیں۔ حضرت امام زمانہ (ارواحنا فداہ) کے قلب مقدس کو ہم سے خوش رکھے۔ عظیم الشان امام (خمینی رضوان اللہ تعالی علیہ) کی اور ہمارے عزیز شہیدوں کی ارواح مطہرہ کو ہم سے راضی و خوشنود فرمائے۔

سید علی خامنہ ای

والسلام علیکم ورحمت اللہ و برکاتہ

❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀

فری اسٹائل ریسلنگ ٹیم کی شاندار کامیابی پر تہنیتی پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وطن عزیز ایران کی فری اسٹائل ریسلنگ کی قومی ٹیم کے کُشتی گیروں اور کوچ کے فرائض انجام دینے والوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنی محنت اور لگن سے قوم کو شادمان و مسرور کیا۔

سیّد علی خامنہ ای

۲۶ اسفند ماہ

مطابق 17 مارچ 2014

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

ایٹمی مذکراتی ٹیم کی قدردانی اور تاکید

ایٹمی مذاکراتی عمل کے سلسلے میں صدر جمہوریہ کے مکتوب کا جواب قائد انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمٰی خامنہ ای نے ایٹمی مذاکراتی عمل کے سلسلے میں صدر ڈاکٹر حسن روحانی کے مکتوب کے جواب میں مذاکراتی ٹیم کی قدردانی کی اور تاکید کے ساتھ فرمایا کہ بے شک اللہ کا فضل و کرم، ملت ایران کی دعائیں اور حمایت اس کامیابی کا اہم ترین عامل ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی رہے گی۔ ناجائز مطالبات کے مقابلے میں استقامت اس شعبے کے حکام کے کی راہ مستقیم کی نمایاں خصوصیت ہونا چاہئے اور ان شاء اللہ یہی نمایاں خصوصیت رہے گی۔

صدر مملکت کے مکتوب اور اس پر قائد انقلاب اسلامی کے جواب کا متن حسب ذیل ہے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بخدمت قائد معظم انقلاب اسلامی

حضرت آیت اللہ خامنہ ای دامت برکاتہ

آپ کی خدمت میں سلام وتہنیت پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں کہ تدبیر وامید (صدر روحانی کی حکومت کا لقب) کی حکومت کی کارکردگی کے ابتدائی مہینوں میں آپ کے انقلابی فرزندوں نے دشوار اور پیچیدہ مذاکرات میں ایٹمی سرگرمیوں کے شعبے میں ملت ایران کی حقانیت کو عالمی میدان میں پایہ ثبوت تک پہنچانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ وہ پہلا قدم اس طرح سے

اٹھانے میں کامیاب ہوئے ہیں کہ ملت ایران کے ایٹمی حقوق اور یورینیم کی افزودگی کا حق عالمی طاقتیں بھی تسلیم کریں جس کا وہ برسوں سے انکار کرنے کی کوشش کرتی آئی ہیں اور ملک کی فنی واقتصادی پیشرفت کی پاسداری کے لئے آگے کے قدم اٹھائے جائیں۔

ان مذاکرات میں کامیابی سے ثابت ہو گیا کہ اسلامی نظام کے تمام اصولوں اور ریڈ لائنوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ملت ایران کے موقف کو مدلل اور اور منطقی انداز میں پیش کر کے اور عالمی رائے عامہ پر حجت تمام کر کے بڑی طاقتوں کو بھی ملت ایران کے حقوق کے احترام کی دعوت دی جا سکتی ہے اور اختلافات کے حتمی حل کے راستے میں محکم قدم اٹھائے جا سکتے ہیں۔

بے شک یہ کامیابی حق تعالی کی عنایتوں، نظام کے عالی قدر قائد کی رہنمائیوں اور ملت ایران کے بے دریغ حمایت کا ثمر ہے اور اس راستے میں آگے کی کامیابی بھی جناب عالی کے ارشادات اور ایران کے باشرف اور صابر عوام کی نصرت وحمایت کے سائے میں حاصل ہوگی۔

اس ابتدائی معاہدے کی حتمی حصولیابیوں میں ایران کے ایٹمی حقوق کا تسلیم کیا جانا، اس سرزمین کے فرزندوں کی ایٹمی شعبے کی کامیابیوں کی حفاظت اور اس کے علاوہ ظالمانہ پابندیوں کے عمل پر روک لگنے کے ساتھ ہی ان غیر قانونی یکطرفہ پابندیوں سے پڑنے والے دباؤ کے ایک حصے کا خاتمہ اور پابندیوں کے نیٹ ورک کا انہدام ہے جو شروع ہو گیا ہے۔ اسلامی جمہوریہ ایران کی اس جدت عملی اور عظیم الشان ملت ایران کی استقامت کے نتیجے میں بڑی طاقتیں اس نتیجے پر پہنچیں کہ پابندیوں اور دباؤ سے کچھ بھی حاصل ہونے والا نہیں ہے اور جیسا کہ ایران نے شروع میں ہی اعلان کر دیا تھا، اتفاق رائے کا واحد راستہ باہمی احترام اور باعزت مذاکرات ہیں۔ مدمقابل فریق کو بدقسمتی سے اس حقیقت کا احساس کچھ دیر سے ہوا۔ بلا شبہ فریقین کی فتح کے اصول پر استوار یہ اتفاق رائے علاقے کے تمام ممالک کے مفاد میں اور عالمی امن وترقی کے لئے

مددگار رہے۔

میں اس توفیق خداوندی پر رہبر معظم انقلاب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہوئے جناب عالی کی رہنمائی اور پشت پناہی کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور عظیم الشان ملت ایران کی بے دریغ حمایت پر اظہار تشکر کرتے ہوئے اور ایٹمی شعبے کے شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اس قدر شناس قوم کی خدمت کے لئے حکومت کے مخلصانہ عہد و پیمان کا اعادہ کرتا ہوں اور جناب عالی اور عوام الناس سے دعائے خیر کا متمنی ہوں۔

حسن روحانی

۳ آذر ۹۲

24 نومبر 2013 عیسوی

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جناب صدر محترم!

آپ نے جو تحریر فرمایا ہے اس کے حصول پر ایران کی مذاکراتی ٹیم اور دیگر متعلقہ افراد کی خدمات قابل ستائش و قدردانی ہیں اور یہ معاہدہ بعد کے دانشمندانہ اقدامات کی بنیاد بن سکتا ہے۔

بے شک اللہ کا فضل و کرم، ملت ایران کی دعائیں اور حمایت اس کامیابی کا اہم ترین عامل ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی رہے گی۔ ناجائز مطالبات کے مقابلے میں استقامت اس شعبے کے حکام کے کی راہ مستقیم کی نمایاں خصوصیت ہونا چاہئے اور ان شاء اللہ یہ خصوصیت نمایاں رہے گی۔

سیّد علی خامنہ ای

۳ آذر ۹۲

24 نومبر 2013 عیسوی

نماز کانفرنس کے نام قائد انقلاب اسلامی کا پیغام

نماز کانفرنس کے نام قائد انقلاب اسلامی کے پیغام کو صوبہ لرستان میں آپ کے نمائندے حجت الاسلام والمسلمین میر عمادی نے پڑھا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قرآن نے طاقتور افراد کے طور پر اہل ایمان اور ان کے فرائض میں سب سے اہم فریضے کے طور پر نماز کا نام لیا ہے:۔

اَلَّذِيۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ

وہ لوگ جنہیں ہم دنیا میں اقتدار بخشیں تو نماز قائم کرتے ہیں۔ [1]

یہ فریضہ شخصی اور ذاتی سطح پر نماز کو بہترین کیفیت کے ساتھ ادا کرنا اور سماجی مساعی کی سطح پر اس کی ترویج اور عمومیت ہے۔

نماز کی بہترین کیفیت سے یہ مراد ہے کہ اس عمل کو خضوع وخشوع کے ساتھ ادا کیا جائے، نمازی اس عمل کو اللہ سے ملاقات اور اس کے دیدار کے طور پر دیکھے اور اس عمل کے دوران خود کو اپنے پروردگار سے ہمکلام سمجھے، خود کو اس کی بارگاہ میں محسوس کرے۔حتی المقدور نماز کو مسجد میں اور جہاں تک ممکن ہو جماعت سے ادا کرے۔

نماز کی ترویج اور عمومیت سے مراد وہ اقدام اور کوشش ہے جو نماز کی تبلیغ کے لئے، اس کی اہمیت و مرکزی حیثیت کو بیان کرنے کے لئے اور اس کی ادائیگی کو آسان

[1] سورۂ الحج:۴۱

بنانے اور وسائل کی فراہمی کے لئے انجام دی جائے۔

اہل نظر اور مقرر حضرات اپنی تحریروں اور تقریروں سے، ذرائع ابلاغ اور اہم پلیٹ فارم رکھنے والے افراد جاذب اور فنکارانہ پیشکش کے ذریعے اور اداروں کے عہدیدار اپنے اپنے ادارے کے دائرہ کار کے مطابق اس اہم ذمہ داری کو ادا کر سکتے ہیں۔

شہر، قصبے، علاقوں میں مسجد کی کمی، اسٹیڈیم، پارک، اسٹیشن، وغیرہ جیسے عمومی مقامات پر نماز کی خصوصی جگہ کا فقدان، طویل سفر کے ذرائع کے نظام الاوقات میں نماز کے وقت کا ملحوظ نہ رکھا جانا، درسی کتابوں میں نماز کے موضوع کا لازمی انداز اور مقدار میں عدم تذکرہ، مساجد میں صفائی ستھرائی کا مناسب بندوبست نہ ہونا، امام جماعت کا مومنین سے باقاعدہ رابطے پر توجہ نہ دینا اور اسی طرح کی دیگر چیزیں، ایسی خامیاں ہیں جنہیں دور کرنے کے لئے بلند ہمتی کا مظاہرہ کیا جانا چاہئے اور صاحبان اختیار کے ایمان کی علامت یعنی نماز کا قیام ہمارے معاشرے میں روز بروز زیادہ نمایاں ہونا چاہئے۔ ان شاء اللہ۔

سیّد علی خامنہ ای

۱۱ شہریور ۱۳۹۲

2 ستمبر 2013

یارہویں صدارتی انتخابات میں عوام کی پرشکوہ شرکت پر پیغام

چودہ جون 2013 کو گیارہویں صدارتی انتخابات کے دن ملت ایران کے ہاتھوں ایک اور پرشکوہ تاریخی کارنامہ انجام پانے کے بعد قائد انقلاب اسلامی نے ایک پیغام جاری کر کے ملت ایران کا شکریہ ادا کیا۔

قائد انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای نے اپنے پیغام میں انتخابات میں صاحب ایمان اور غیور ایرانیوں کی وسیع اور متحیر کن شرکت کا حوالہ دیتے ہوئے اس عظیم شرکت کو مسلسل بڑھتے سیاسی شعور، سچی دینی جمہوریت سے عوام کی قلبی وابستگی اور دشمنوں کی مہمل گوئیوں اور خرافات بیانی پے خط تنسیخ کھینچ جانے کا ثبوت قرار دیا۔ قائد انقلاب اسلامی نے تاکید کے ساتھ فرمایا کہ انتخابات میں اصلی فاتح عظیم ملت ایران ہے جس نے اللہ تعالی کی نصرت و مدد سے بڑا محکم قدم اٹھایا اور اپنے بے مثال جوہر، پرجوش و پرعزم چہرے اور امید و ایمان سے معمور قلب کا مظاہرہ کیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عظیم ملت ایران!

چوبیس خرداد (مطابق 14 جون 2013) کے دن انتخابات کا مجاہدانہ اور حوصلہ انگیز منظر نامہ، ایک اور متحیر کن امتحان تھا جس میں ایران کا پرامید و پرعزم چہرہ دوستوں اور دشمنوں کی نگاہوں کے سامنے نمایاں ہوا۔ ارتقائی منزلیں طے کرتا سیاسی شعور اور سچی دینی جمہوریت سے قلبی وابستگی ایسی تابناک حقیقت ہے جو پولنگ مراکز پر آپ کی وسیع

شرکت سے ایک بار پھر عملی طور پر پایہ ثبوت کو پہنچی اور دشمنوں، حاسدوں اور بھوکی نظروں سے دیکھنے والوں کی مہمل گوئیوں اور منصوبوں پر خط تنسیخ کھینچ گیا۔

شرکت کی صورت میں انجام پانے والا آپ کا جہاد اسلامی نظام سے ایران اور ایرانیوں کے مستحکم رشتے کا ان تمام بدخواہوں کے سامنے مظہر و آئینہ بن گیا جو سیکڑوں سیاسی و اقتصادی وفوجی حربوں کے ذریعے عوام کے اس اعتماد اور مقدس رشتے کو ختم کر دینے کی کوشش میں تھے۔ صاحب ایمان اور غیور ایرانیوں نے کل (جمعے کے دن) کے انتخابات میں تسلط پسند اور استکباری طاقتوں کی نفسیاتی جنگ کا پروقار اور خردمندانہ انداز سے مقابلہ کرنے کی اپنی عظیم صلاحیت کا بڑی خوبصورتی اور مہارت کے ساتھ مظاہرہ کیا اور اپنے قومی مفادات اور امید افزا سعی پیہم سے وابستہ مستقبل کو تحفظ عطا کیا۔

کل کے انتخابات کی حقیقی فاتح عظیم ملت ایران ہے جس نے اللہ تعالی کی نصرت و مدد سے مستحکم قدم اٹھایا اور اپنے ناقابل تسخیر گوہر، پرعزم و بانشاط چہرے اور امید و ایمان سے آراستہ قلب کا مظاہرہ کیا۔

میں خداوند حکیم و علیم کے لطف و کرم کے سامنے خشوع اور خاکساری کے ساتھ سجدہ شکر بجا لاتا ہوں اور آپ کو اور خود کو اس عظیم نعمت کی قدردانی اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ میں حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں سلام پیش کرتے ہوئے اور اظہار خلوص کرتے ہوئے عظیم ملت ایران اور منتخب صدر جناب حجت الاسلام الحاج شیخ حسن روحانی کو مبارک باد دیتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی آپ اور ملت ایران کی خدمت میں چند نکات پیش کرنا چاہتا ہوں:

1۔ اب جب سیاسی جہاد اور اس کا سب سے اعلی مرحلہ جمعہ چوبیس خرداد (مطابق 14 جون 2013) کو ملت ایران کی کامیابی اور اسلامی جمہوری نظام کی فتح کے ساتھ سرانجام پا چکا ہے تو (انتخابی) رقابت کے ایام اور ہفتوں کے ہیجان اور

جذبات کی برانگیختگی کو تعاون اور دوستی میں تبدیل ہو جانا چاہئے اور امیدواروں کے حامی افراد بھی بردباری، متانت اور دانائی کے اس امتحان میں خود کو اپنے شایان شان مقام پر پہنچائیں، کسی بھی طرح کا جذباتی ردعمل خواہ اظہار مسرت کی شکل میں ہو یا اظہار عدم مسرت کی صورت میں ہو، نازیبا رفتار و گفتار اور غیر دانشمندانہ فعل کا باعث نہ بننے پائے۔ آپ ہرگز یہ موقعہ نہ دیجئے کہ بدخواہ افراد عوامی احساسات و جذبات کو اپنی مذموم خواہشوں کی تکمیل کا ذریعہ بنا لیں۔ قومی اتحاد، دوستانہ ماحول اور مدارات قومی سلامتی کی اہم پونجی اور دشمنوں کے حربوں کا محکم جواب ہے۔

2۔ منتخب صدر، پوری ایرانی قوم کا صدر ہے۔ سب کے لئے ضروری ہے کہ صدر اور حکومت کے اندر صدر کے رفقائے کار کی، ان عظیم اہداف کے سلسلے میں جن کی تکمیل کے وہ پابند اور جواب دہ ہیں، مدد اور ان سے پرخلوص تعاون کریں۔

3۔ کئی ہفتوں کی بیانوں اور وعدوں کے بعد اب کام اور اقدام کا موقعہ آ گیا ہے۔ منتخب صدر کے پاس چارج سنبھالنے سے قبل بڑی قیمتی مہلت ہے جس کا انہیں بطریق احسن استفادہ کرنا چاہئے اور صدارت کی عظیم ذمہ داری کے آغاز کے لئے جن کاموں کی انجام دہی لازمی ہے انہیں فوری طور پر شروع کر دینا چاہئے۔

4۔ دیگر صدارتی امیدواروں کی شرکت، رقابت اور محنت کے بغیر انتخابی کارنامے کا انجام پانا ممکن نہیں تھا۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ان تمام محترم شخصیات کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کروں اور انہیں آئندہ بھی اسلامی انقلاب اور اسلامی نظام کے دیگر میدانوں میں کردار آفرینی کی دعوت دوں، جنہوں نے اس میدان میں قدم رکھا اور انتھک کوششوں کے ذریعے پرجوش مسابقتی ماحول پیدا کیا۔

5۔ اور یہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ پوری قوم کا جس نے اس بار بھی یادگار کارنامہ انجام دیا اور خاص طور پر علمائے کرام، مراجع عظام، یونیورسٹیوں سے وابستہ ممتاز شخصیات اور سیاسی و ثقافتی ہستیوں کا جنہوں نے انتخابات کی ترغیب دلانے

میں موثر رول ادا کیا، اسی طرح صدارتی انتخابات اور بلدیاتی کونسلوں کے انتخابات کا انعقاد کرانے والے عہدیداروں اور اہلکاروں کا، بالخصوص وزارت داخلہ اور محترم شورائے نگہبان (نگراں کونسل) کا جنھوں نے کئی ہفتوں سے بڑی طاقت فرسا خدمات انجام دی ہیں اور پوری دیانت داری کے ساتھ اس عظیم کام کو اس کی منزل تک پہنچایا ہے، اسی طرح ان محنتی اہلکاروں کا جنھوں نے اس عظیم ملک کے گوشے گوشے میں تحفظ اور سیکورٹی کو یقینی بنایا اور ان سے تعاون کرنے والے دیگر تمام اداروں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کروں اور ان کے لئے اجر الٰہی کی دعا کروں۔

6۔ میں خاص طور پر قومی میڈیا اور اس کے عہدیداروں اور کارکنان کا شکر گزار ہوں کہ انتخابات کا تمام جوش و خروش جن کی فنکارانہ اور خلاقانہ کوششوں کا ثمرہ ہے۔ جو صدارتی امیدواروں کے اہداف، افکار اور رجحانات کے سچے اور صریحی راوی و ناقل بنے اور جنھوں نے اسلامی جمہوری نظام میں اقتدار کی منتقلی کے عمل کو واضح انداز میں دنیا والوں کے سامنے پیش کیا۔ میں ان سب کے لئے اللہ تعالی سے اجر و توفیقات کی دعا کرتا ہوں۔

آخر میں پورے خشوع اور دلی مسرت کے ساتھ عظیم نعمت خداوندی کا شکر ادا کرتے ہوئے اور عظیم الشان امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ شہیدوں اور عالی مقام ایثار پیشہ افراد کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اس ملک اور قوم کے لئے بہترین مستقبل کی دعا کرتا ہوں۔

والسّلام علیکم و رحمۃ اللہ

سیّد علی خامنہ ای

۲۵ خرداد ماہ ۱۳۹۲

پندرہ جون 2013

عیدنوروز کی مناسبت سے قائد انقلاب اسلامی کا پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
یا مقلّب القلوب و الأبصار، یا مدبّر اللّیل و النّہار، یا محوّل الحول و الأحوال، حوّل حالنا الی احسن الحال. اللّهمّ صلّ علی حبیبك سیّدة نساء العالمین فاطمة بنت محمّد صلّی الله علیه و اٰله. اللّهمّ صلّ علیها و علی ابیها و بعلها و بنیها. اللّهمّ کن لولیّك الحجّة بن الحسن صلواتك علیه و علی اٰبائه فی هذه السّاعة و فی کلّ ساعة ولیّا و حافظا و قائدا و ناصرا و دلیلا و عینا حتّی تسکنه ارضك طوعا و تمتّعه فیها طویلا. اللّهمّ اعطه فی نفسه و ذرّیّته و شیعته و رعیّته و خاصّته و عامّته و عدوّه و جمیع اهل الدّنیا ما تقر به عینه و تسرّ به نفسه.

تبریک وتہنیت پیش کرتا ہوں ملک بھر میں بسنے والے اپنے تمام ہم وطنوں، دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ایرانیوں اور ان تمام اقوام کو جو عیدنوروز مناتی ہیں۔ خاص طور پر اپنے عزیز ''ایثار گروں'' (دفاع وطن کے لئے محاذ جنگ پر جانے والے افراد) شہداء کے اہل خانہ، ''جانبازوں'' (دفاع وطن کے لئے مجاہدت کے دوران زخمی ہوکر جسمانی طور پر

معذور ہو جانے والے افراد) ان کے اہل خانہ اور ان تمام افراد کو جو اسلامی نظام اور وطن عزیز کی خدمت میں مصروف ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالی اس دن اور سال کے اس نقطہ آغاز کو ہماری قوم کے لئے اور تمام مسلمین عالم کے لئے نشاط و شادمانی اور بہتر حالات کا سرچشمہ قرار دیگا اور ہمیں اپنے فرائض کی انجام دہی میں کامیاب و کامران فرمائے گا۔ اپنے عزیز اہل وطن کی توجہ اس نکتے کی جانب مبذول کرانا چاہوں گا کہ ایام عید کے اواسط میں ایام فاطمیہ ہیں اور ایام فاطمیہ کی تعظیم وتکریم ہم سب کے لئے لازم ہے۔

تحویل سال کی ساعت اور گھڑی درحقیقت ایک اختتام اور ایک آغاز کا درمیانی فاصلہ ہے، گذشتہ سال کا اختتام اور سال نو کا آغاز۔ البتہ بنیادی طور پر تو ہماری توجہ مستقبل کی طرف مرکوز رہنی چاہئے، سال نو کو دیکھنا چاہئے اور اس کے لئے خود کو آمادہ کرنا اور ضروری منصوبہ بندی کرنا چاہئے لیکن پیچھے مڑ کر ایک نظر اس راستے پر ڈال لینا بھی ہمارے لئے مفید ہے جو ہم نے طے کیا ہے تا کہ ہم محاسبہ کر سکیں کہ کیا کیا اور کس انداز سے یہ سفر طے کیا ہے اور ہمارے کاموں کے نتائج کیا نکلے؟ ہم اس سے سبق لیں اور تجربہ حاصل کریں۔

1391 کا سال (تیرہ سو اکانوے ہجری شمسی مطابق 2012-2013 عیسوی) بڑے تنوع کا سال اور ''گونا گوں رنگوں اور نقوش'' کا سال رہا۔ شیریں تغیرات بھی رہے، تلخ واقعات بھی ہوئے، کامیابیاں بھی ملیں اور کہیں ہم پیچھے بھی رہ گئے۔ انسان کی پوری زندگی اسی طرح گزرتی ہے، اتار چڑھاؤ اور نشیب و فراز آتے رہتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم نشیب سے باہر نکلیں اور خود کو بلندی پر پہنچائیں۔

1391 (ہجری شمسی) کے دوران عالم استکبار سے ہماری مقابلہ آرائی کے اعتبار سے جو چیز سب سے عیاں اور آشکارا رہی وہ ملت ایران اور اسلامی نظام کے خلاف دشمن کی سخت گیری تھی۔ البتہ قضیئے کا ظاہری پہلو دشمن کی سخت گیری کا تھا لیکن اس کا باطنی پہلو ملت ایران کے اندر پیدا ہونے والی مزید پختگی اور مختلف میدانوں میں

حاصل ہونے والی کامیابیوں سے عبارت تھا۔ ہمارے دشمنوں کے نشانے پر مختلف میدان اور شعبے تھے تاہم بنیادی طور پر اقتصادی اور سیاسی شعبے ان کے اصلی نشانے تھے۔ اقتصادی میدان میں انہوں نے کہا اور واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ پابندیوں کے ذریعے ایرانی عوام کی کمر توڑ دینا چاہتے ہیں لیکن وہ ملت ایران کی کمر نہیں توڑ پائے اور فضل پروردگار اور توفیق خداوندی سے ہم مختلف میدانوں میں قابل قدر پیشرفت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے، جس کی تفصیلات عوام کے سامنے بیان کی گئی ہیں اور آئندہ بھی بیان کی جائیں گی۔ میں بھی انشاء اللہ اگر زندگی رہی تو پہلی فروردین (21 مارچ) کی اپنی تقریر میں اجمالی طور پر کچھ معروضات پیش کروں گا۔

اقتصادی شعبے میں بیشک عوام پر دباؤ پڑا، مشکلات پیدا ہوئیں، خاص طور پر اس لئے بھی کہ کچھ داخلی خامیاں بھی موجود تھیں، کچھ کوتاہیاں ہوئیں اور تساہلی برتی گئی جس سے دشمن کی سازشوں کو مدد ملی، لیکن مجموعی طور پر اسلامی نظام اور تمام عوام کی حرکت درحقیقت آگے کی سمت بڑھنے والا قدم ہے اور انشاء اللہ اس محنت کے ثمرات اور نتائج مستقبل میں ہم دیکھیں گے۔

سیاست کے میدان میں ایک طرف تو ان کی کوشش یہ تھی کہ ملت ایران کو تنہا کر دیں اور دوسری طرف ایرانی عوام کے اندر شک و تردد کی کیفیت پیدا کر دیں، ان کی قوت ارادی کو کمزور اور بلند حوصلے کو پست کر دیں۔ لیکن اس کے برعکس ہوا اور نتیجہ اس کے بالکل برخلاف نکلا۔ ملت ایران کو الگ تھلگ کرنے کا جہاں تک تعلق ہے تو نہ فقط یہ کہ ہماری علاقائی و عالمی سیاست کا دائرہ محدود نہیں ہوا بلکہ تہران میں دنیا کے ممالک کے سربراہوں اور عہدیداروں کی کثیر تعداد کی شرکت سے ناوابستہ تحریک کے اجلاس کے انعقاد جیسے نمونے سامنے آئے اور دشمنوں کی خواہش کے برخلاف تبدیلیاں ہوئیں اور ثابت ہو گیا کہ اسلامی جمہوریہ نا فقط یہ کہ تنہا نہیں ہے بلکہ اسلامی جمہوریہ، ایران اسلامی اور ہماری عزیز قوم کو دنیا میں خاص احترام و تعظیم کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

داخلی مسائل کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ہمارے عزیز عوام نے جب احساسات وجذبات کے اظہار کا موقع آیا اور اس کا امکان ہوا، خاص طور پر 22 بہمن 1391 (دس فروری 2013، اسلامی انقلاب کی فتح کی سالگرہ) کے موقعے پر اپنے جوش وجذبے کا کما حقہ اظہار کیا۔ گذشتہ برسوں سے زیادہ جوش وخروش کے ساتھ عوام میدان میں آئے۔ اس کا ایک نمونہ پابندیوں کے اوج کے زمانے میں صوبہ خراسان شمالی کے عوام کا (صوبے کے دورے کے موقعے پر قائد انقلاب اسلامی کے تاریخی استقبال کے لئے) میدان میں آنا تھا، جو اسلامی نظام کے تئیں اور خدمت گزار حکام کے تعلق سے عوام کے احساسات وجذبات کا آئینہ تھا۔ اس سال کے اندر بحمد اللہ کئی بڑے کام انجام پائے، علمی کاوشیں، بنیادی کام اور عوام و حکام کی طرف سے وسیع کوششیں دیکھنے میں آئیں۔ بحمد اللہ تیز رفتاری سے آگے بڑھنے بلکہ جست لگانے کے لئے زمین ہموار ہوئی ہے؛ اقتصادی شعبے میں بھی، سیاسی شعبے میں بھی اور دیگر حیاتی شعبوں میں بھی۔

1392 (ہجری شمسی، 21 مارچ 2013 الی 20 مارچ 2014) کا سال لطف پروردگار اور مسلمان عوام کی بلند ہمتی سے جو امید افزا افق نمایاں ہوئے ہیں انہی کے مطابق ملت ایران کی مزید پختگی، تحرک اور پیشرفت کا سال ثابت ہوگا۔ اس معنی میں نہیں کہ دشمنوں کی مخاصمت میں کوئی کمی آ جائیگی بلکہ اس معنی میں کہ ایرانی قوم کی آمادگی محکم، اس کی شراکت مزید موثر اور اپنے ہاتھوں سے اور اپنے بھرپور عزم وحوصلے کے ذریعے مستقبل کی تعمیر کا عمل انشاء اللہ مزید بہتر اور امید بخش ہوگا۔ البتہ 92 13 (ہجری شمسی) میں جو چیلنج ہمارے سامنے ہیں بنیادی طور پر ان کا تعلق انہی دونوں اہم میدانوں یعنی اقتصاد و سیاست سے ہے۔ اقتصادی شعبے میں ہمیں قومی پیداوار پر توجہ بڑھانی ہے، جیسا کہ گذشتہ سال کے نعرے میں نشاندہی کی گئی تھی۔ بیشک بہت سے کام انجام پائے ہیں لیکن قومی پیداوار کی ترویج اور ایرانی سرمائے اور کام کی حمایت ایک دراز مدتی مسئلہ ہے جو ایک سال میں مکمل نہیں ہو سکتا۔ خوش قسمتی سے 91

13 (ہجری شمسی) کی دوسری ششماہی کے دوران قومی پیداوار کی پالیسیوں کی منظوری اور ابلاغ کا عمل انجام پایا، یعنی درحقیقت پٹری بچھانے کا کام مکمل ہو گیا اور اب پارلیمنٹ اور مجریہ اسی کی اساس پر منصوبہ بندی اور بہترین حرکت کا آغاز کر سکتی ہیں اور بفضل پروردگار بلند ہمتی اور لگن کے ساتھ آگے بڑھ سکتی ہیں۔

سیاسی امور کے میدان میں 1392 (ہجری شمسی) کا ایک اہم مرحلہ صدارتی انتخابات کا ہے، جو درحقیقت آئندہ چار سال کے لئے سیاسی و اجرائی مسائل اور ایک اعتبار سے عمومی امور مملکت کی سمت و جہت کا تعین کرے گا۔ انشاء اللہ عوام اس میدان میں بھی اپنی بھرپور شرکت کے ذریعے وطن عزیز کی خاطر اور اپنے لئے بہترین افق کا تعین کریں گے۔ البتہ ضروری ہے کہ اقتصادی شعبے میں بھی اور سیاسی شعبے میں بھی عوام کی شراکت مجاہدانہ ہو۔ جوش و جذبے کے ساتھ میدان میں قدم رکھا جائے، بلند ہمتی اور پرامید نگاہ کے ساتھ میدان میں وارد ہوا جائے، نشاط و امید سے معمور دل کے ساتھ میدانوں میں اترا جائے اور شجاعانہ انداز میں اپنے اہداف تک پہنچا جائے۔

اس زاویہ نگاہ کے ساتھ میں 1392 (ہجری شمسی) کو "سیاسی اور اقتصادی جہاد" کے سال سے معنون کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس سال بفضل پروردگار ہمارے عزیز عوام اور ملک کے ہمدرد حکام کے ہاتھوں اقتصادی و سیاسی جہاد انجام پائے گا۔

پروردگار کی عنایات اور حضرت بقیۃ اللہ (ارواحنا فداہ) کی دعائے خیر کی امید کرتا ہوں اور عظیم الشان امام (خمینی رحمۃ اللہ علیہ) اور شہدائے گرامی کی ارواح مطہرہ پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔

والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

20 مارچ 2013

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

قم کے اساتذہ کے فاؤنڈیشن کی خدمات کی قدردانی

قائد انقلاب اسلامی نے قم کی بین الاقوامی دینی درس گاہ کے اساتذہ کے فاؤنڈیشن کے آٹھویں اجلاس کے لئے اپنے پیغام میں اس ادارے کی پچاس سالہ مخلصانہ خدمات کی قدردانی کی ضرورت پر زور دیا۔ نصف صدی کی خدمات کے زیر عنوان منعقدہ اس اجلاس میں قم کے دینی علوم کے مرکز کے اساتذہ کے فاؤنڈیشن کی علمی، ثقافتی و سیاسی کاوشوں کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ قائد انقلاب اسلامی نے اپنے پیغام میں فرمایا کہ مدرسین کا فاؤنڈیشن پچاس سالہ کاوشوں اور مجاہدتوں کی عملی تصویر ہے جس نے طاغوتی شاہی حکومت کے خلاف جدو جہد کے کٹھن دور میں قم کی دینی درس گاہ کے شجاعانہ موقف اور دل میں اتر جانے والی بات کو بے خوفی کے ساتھ تمام لوگوں تک پہنچایا، دھمکیاں، سختیاں، جیل اور جلا وطنی کی مشکلات بھی علمائے کرام کی اس تنظیم کے مجاہد ارکان کو پسپائی پر مجبور نہیں کر سکیں۔

یہ پیغام قائد انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کے دفتر کے عملے کے سربراہ حجت الاسلام والمسلمین محمدی گلپائگانی نے پڑھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قم کے دینی علوم کے مرکز کے مدرسین کے فاؤنڈیشن کی خدمات کی قدردانی، دینی علوم کے مرکز کی اس تنظیم، جو صاحب بصیرت اور فرزانہ علمائے کرام پر مشتمل ہے، کی نصف صدی پر محیط پرخلوص خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کا بالکل بجا اقدام

ہے۔ یہ ایسی تنظیم ہے جس کی بنیاد اس عظیم الشان دینی علمی مرکز کی عمر کے سخت ترین دور میں رکھی گئی، اس نے گونا گوں حالات میں خواہ وہ گھٹن کے انتہائی تلخ حالات ہوں یا اسلامی جمہوری نظام کے ستونوں کو مضبوط بنانے کا دور، اپنی پاکیزہ مجاہدتوں کو جاری رکھا۔

مدرسین کا فاؤنڈیشن پچاس سالہ جہد و مساعی کی عملی تصویر ہے۔ مدرسین کا فاؤنڈیشن پچاس سالہ کاوشوں اور مجاہدتوں کی عملی تصویر ہے جس نے طاغوتی شاہی حکومت کے خلاف جدو جہد کے کٹھن دور میں قم کی دینی درس گاہ کے شجاعانہ موقف اور دل میں اتر جانے والی بات کو بے خوفی کے ساتھ تمام لوگوں تک پہنچایا، دھمکیاں، سختیاں، جیل اور جلا وطنی کی مشکلات بھی علمائے کرام کی اس تنظیم کے مجاہد ارکان کو جو اپنی صریحی حمایت سے اس مقدس ادارے کے رہنما بیانوں کو معتبر بناتے تھے، ہچکچاہٹ یا پسپائی پر مجبور نہیں کر سکیں۔ اسلامی انقلاب کی فتح اور اسلامی جمہوری نظام کی تشکیل کے بعد بھی اس فاؤنڈیشن کے ارکان کا سیاسی، جہادی، علمی اور تحقیقی میدانوں میں کردار ان میدانوں میں دینی علوم کے مرکز کی شراکت کو نمایاں کرتا رہا۔ اس تنظیم کے ممتاز اور بابرکت چہرے، مرجع تقلید اور دیگر سیاسی و علمی مقامات پر درخشاں نظر آئے۔ ملت ایران کی اکثریت نے دینی اور سیاسی امور میں ان کی باتوں اور ہدایات کو شرعی حجت اور سیاسی ماخذ کی حیثیت سے دل و جان سے قبول کیا۔

آج نصف صدی کے سیاسی و انقلابی تجربات سے سرشار یہ دیانتدار تنظیم جدید ضرورتوں اور نئے میدانوں سے روبرو ہے۔

تمام میدانوں میں اخلاص و پاکیزگی کے ساتھ شجاعانہ اقدام اور سعی و ابتکار عمل کا جذبہ پچاس سالہ تجربات رکھنے والے اس رہوار کے راستے کو آئندہ بھی ہموار کرتا رہے گا۔

آج نوجوان اور صاحب فضل افرادی قوت جو دینی درسگاہ کے شجرہ طیبہ کے ثمرات ہیں دور رس آفاق پر اپنی نگاہیں مرکوز کئے ہوئے ہے۔ اہداف رسائی کے اندر اور ہمتیں بلند و استوار ہیں۔

موقع وجذبہ امید جو خداداد سرمائے ہیں، ملت ایران کے دشوار جہاد کے نتیجے میں اس قوم پر فیضان الٰہی کے نتیجے میں حاصل ہوئے ہیں۔ دینی علوم کے مرکز کے بزرگوں اور مدرسین کے فاؤنڈیشن کے پیشرؤوں کا سب سے بڑا ہنر یہ رہا کہ انہوں نے وطن عزیز کی دینی وانقلابی تحریک کو اس سرمائے سے کما حقہ استفادہ کرنے کا راستہ ہموار کیا، زمانہ حال کے سرمائے کی مدد سے روشن مستقبل کے مقدمات فراہم کئے اور خداوند عالم کے اس فرمان کو جامہ عمل پہنایا جس میں باری تعالی فرماتا ہے؛۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاک بات کی کیسی مثال بیان کی ہے، ایک پاکیزہ درخت جس کی جڑیں مظبوط اور شاخیں آسمان مین ہوں۔ [1]

والسلام علیکم ورحمہ اللہ

سیّد علی خامنہ ای

25 بہمن 1391

مطابق 13 فروری 2013 عیسوی

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

[1] سورۂ ابراہیم: ۲۴

حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی شخصیت پر منعقدہ بین الاقوامی سمینار پر پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آٹھویں امام حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے یوم ولادت با سعادت کے موقعے پر حضرت کے روضہ اقدس کے پاکیزہ جوار میں امام کی زندگی پر علمی کانفرنس کا انعقاد ائمہ معصومین علیہم السلام کی تابناک شخصیتوں پر روشنی ڈالنے اور ان عظیم پیشواؤں کی پرمحن اور مجاہدانہ زندگی کو متعارف کرانے کی سمت میں اہم قدم ہے۔ یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ ائمہ علیہم السلام کی زندگی کو ہم کما حقہ پہچان نہیں سکے ہیں اور ان کے انتہائی دشوار جہاد کا مقام و مرتبہ شیعوں کی نظر سے بھی ہنوز پوشیدہ ہے۔ ائمہ علیہم السلام کی زندگی پر ہزاروں چھوٹی بڑی اور قدیم و جدید کتب ضبط تحریر میں آ چکی ہیں لیکن آج بھی ان عظیم ہستیوں کی زندگی کا ایک بڑا حصہ پردے میں ہے۔ خاندان نبوت کی نمایاں ترین ہستیوں کی سیاسی زندگی جو تاریخ اسلام کے انتہائی حساس ڈھائی سو سالہ دور کا احاطہ کئے ہوئے ہے بہت سے محققین اور مصنفین کی بے توجہی، کج فہمی یا تعصب کا نشانہ بنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان عظیم پیشواؤں کی نشیب و فراز سے پر زندگی کے بارے میں باقاعدہ مدون شدہ تاریخچہ سے ہمارے ہاتھ خالی ہیں۔ امام ہشتم کی زندگی اس عظیم اور فیصلہ کن دور کی بیس سالہ مدت کا احاطہ کرتی ہے جو اس دور کا بڑا نمایاں باب ہے۔ لہٰذا بہت

مناسب ہے کہ اس کے بارے میں تحقیق و مطالعہ کیا جائے۔

ائمہ کی زندگی میں جس اہم ترین چیز پر کماحقہ توجہ نہیں دی گئی وہ ان کی پرزور سیاسی جدوجہد ہے۔ پہلی صدی ہجری کے دوسرے نصف کے آغاز سے جب اسلامی خلافت پر باقاعدہ شہنشاہیت کا رنگ چڑھ گیا اور اسلامی حکومت جابرانہ بادشاہت میں تبدیل ہوگئی، ائمہ علیہم السلام نے حالات کے تقاضوں کے مطابق اپنی سیاسی جدوجہد کو تیز کر دیا۔ اس جدوجہد کا سب سے بڑا مقصد اسلامی نظام کی تشکیل اور امامت کے محور پر حکومت کا قیام تھا۔ خاندان وحی کے خاص نقطہ نگاہ کی بنیاد پر دین کی تفسیر و تشریح، اسلامی تعلیمات و احکامات سے تحریف اور کج فہمی کی گرد و غبار کو جھاڑنا، اہل بیت پیغمبر علیہم السلام کے جہاد کا اہم ہدف تھا لیکن مصدقہ اور مسلمہ قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہلبیت علیہم السلام کا جہاد اسی ہدف تک محدود نہیں تھا۔ ائمہ کا بنیادی ہدف علوی حکومت کی تشکیل اور عادلانہ اسلامی نظام کا قیام تھا۔ اسی آخر الذکر ہدف کی وجہ سے ائمہ اور آپ کے اصحاب خاص کی زندگی سختیوں اور دشواریوں سے پر نظر آتی ہے۔ ائمہ علیہم السلام نے واقعہ عاشورا کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے دور سے ہی اس ہدف کے لئے دراز مدتی جدوجہد کا آغاز کر دیا تھا۔ واقعہ عاشورا سے امام ہشتم کی ولی عہدی کے زمانے تک کی ایک سو چالیس سالہ درمیانی مدت میں ائمہ علیہم السلام سے وابستہ حلقے یعنی شیعہ ہمیشہ خلافت کے سب سے بڑے اور خطرناک دشمن سمجھے جاتے رہے ہیں۔ اس مدت میں بارہا سازگار حالات پیش آئے اور اہل تشیع کی تحریکیں جنہیں علوی تحریک کہنا چاہیئے بڑی اور فیصلہ کن کامیابیوں کے قریب تک پہنچیں، لیکن ہر دفعہ کسی نہ کسی رکاوٹ سے حتمی فتح نہ مل سکی۔ عام طور پر یہ ہوتا رہا کہ تحریک کے اصلی ترین محور و مرکز یعنی زمانے کے امام پر حملہ ہو جاتا تھا اور انہیں پابند سلاسل کر دیا جاتا تھا یا زہر دغا سے شہید کر دیا جاتا تھا۔ پھر جب بعد والے امام کا زمانہ شروع ہوتا تو دباؤ اور سختی اتنی بڑھا دی جاتی کہ تحریک کا مقدمہ تیار کرنے کے لئے نئے سرے سے طویل

مساعی کی ضرورت ہوتی تھی۔ ائمہ علیہم السلام نے حوادث کے ان طوفانوں میں بڑے شجاعانہ اور دانشمندانہ انداز سے تشیع کی چھوٹی لیکن انتہائی عمیق، تیز رفتار اور پائیدار تحریک کو خطرناک اور دشوار گزار نشیب و فراز سے گزارا۔ اموی اور عباسی خلفاء کسی بھی دور میں امام کو شہید کر کے اس تحریک کو نابود کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے اور یہ تیز خنجر ہمیشہ نظام خلافت کے پہلو میں پیوست رہا اور دائمی خطرے کے طور پر خلیفہ کا چین و سکون سلب کرتا رہا۔ جب ہارون کی جیل میں برسوں کی قید کے بعد حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کو زہر دیکر شہید کیا گیا، اس وقت اس عباسی خلیفہ کے پورے قلمرو میں سخت گھٹن کا ماحول تھا۔ اس طاقت فرسا گھٹن کے ماحول میں جس کے بارے میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ایک صحابی کا کہنا ہے کہ ہارون کی شمشیر سے خون ٹپکتا تھا، ہمارے عظیم الشان امام معصوم کا بڑا کارنامہ یہ رہا کہ کاروان تشیع کو خطرناک طوفان کے گزند سے صحیح و سالم باہر نکالا اور اپنے والد گرامی کے اصحاب اور جاں نثاروں کے حوصلے بلند رکھے۔ امام نے حیرت انگیز تقیہ کے ذریعے اپنی زندگی کی حفاظت کی جو شیعوں کے لئے روح اور محور کا درجہ رکھتی تھی اور بنی عباس کے خلفاء کے سب سے مضبوط دور میں بھی امام کی انتہائی عمیق جدوجہد کا سلسلہ رکنے نہیں دیا۔ تاریخ ہارون کے زمانے میں امام ہشتم کی دس سالہ امامت اور ہارون کے بعد کے پانچ سالہ دور کے بارے میں جس میں خراسان اور بغداد کے مابین داخلی جنگیں اوج پر رہیں، کوئی واضح تصویر نہیں پیش کرتی لیکن غور و تفکر کے ذریعے اس حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے کہ امام ہشتم نے اس دور میں بھی اہل بیت علیہم السلام کی اسی دراز مدتی اور دور رس جدوجہد کو جو عاشورا سے شروع ہوئی، انہیں اہداف اور مطلوبہ سمت کے تناظر میں آگے بڑھایا۔

جس وقت سنہ ایک سو اٹھانوے ہجری میں مامون کو امین کے ساتھ جنگ سے فرصت ملی اور خلافت پر بلا شرکت غیرے اس کا قبضہ ہو گیا تو اس نے سب سے پہلے اہل تشیع کی تحریک اور علوی جدوجہد کے مسئلے پر قابو پانے کی کوشش کی۔ تمام سابقہ خلفاء

کے تجربات اس کے پیش نظر تھے اور یہ تجربات اس تحریک کی گہرائی و گیرائی اور طاقت و قوت میں مسلسل اضافے اور تحریک کی بیخ کنی بلکہ اسے وقتی طور پر روکنے یا حتی محدود کرنے میں بھی حکومت کی ناتوانی و عاجزی کے غماز تھے۔ مامون نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ ہارونی سطوت و رعونت ساتویں امام کو طویل مدت تک عقوبت خانے میں محبوس کر کے اور سرانجام زہر سے شہید کر کے بھی شیعوں کی سیاسی، فوجی، تشہیراتی اور فکری تحریک کا قلع قمع نہیں کر سکی۔ اب حالات یہ تھے کہ مامون کے پاس اپنے باپ اور اس سے قبل کے خلفاء والی طاقت بھی نہیں تھی اور بنی عباس کے درمیان خانہ جنگی کے نتیجے میں عباسی حکومت سخت مشکلات وخطرات سے دوچار تھی تو ایسے میں علویوں کی تحریک پر زیادہ سنجیدگی سے توجہ دینا فطری تھا۔ مامون نے اپنی چالاکی سے اس خطرے کی گہرائی کو بھانپ لیا اور اس کے سد باب کے لئے کمر بستہ ہو گیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ مامون نے امام ہشتم کو مدینے سے خراسان بلایا اور آپ کے سامنے ولی عہدی کی جبری تجویز رکھی اور یہ واقعہ جو تاریخ امامت میں کم نظیر بلکہ عدیم المثال ہے، رونما ہوا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ حضرت کی ولی عہدی کے واقعے کا جائزہ لیا جائے۔ اس واقعے میں امام ہشتم ایک عظیم تاریخی آزمائش سے گزرے ہیں اور آپ نے خفیہ سیاسی معرکہ آرائی کا سامنا کیا ہے جس میں فتح یا ناکامی دونوں تشیع کی سرنوشت کے لئے انتہائی فیصلہ کن ثابت ہونے والی تھی۔

اس معرکہ آرائی میں جس فریق نے پہل کی اور تمام وسائل اور گوناگوں حربوں کے ساتھ میدان میں اترا تھا وہ عباسی خلیفہ مامون تھا۔ مامون نے بے حد چالاکی، منصوبہ بندی اور سوجھ بوجھ کے ساتھ اس میدان میں قدم رکھا۔ اگر وہ اپنی سازش میں کامیاب ہو جاتا اور تمام امور اس کے منصوبے کے مطابق انجام پا جاتے تو یقینا اس مقصد کی تکمیل ہو جاتی جسے چالیس ہجری یعنی حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شہادت کے بعد اپنی تمام کوششوں کے باوجود کوئی بھی اموی یا عباسی خلیفہ پورا

نہیں کر سکا تھا۔یعنی مامون تشیع کے شجر طیبہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں کامیاب ہو جاتا اور طاغوتی حکومتوں کی آنکھ میں ہمیشہ کھٹکنے والا یہ کانٹا نکل جاتا۔لیکن امام علی رضا علیہ السلام نے تدبیر الٰہی کی مدد سے مامون کے منصوبے پر پانی پھیر دیا اور اس سیاسی معرکہ آرائی میں جس کا آغاز مامون نے کیا تھا اسے بری طرح شکست دی۔ اس معرکے کے نتیجے میں تشیع کی نہ تو بیخ کنی ہوئی اور نہ اس میں کوئی کمزوری آئی بلکہ دو سو ایک ہجری قمری یعنی حضرت کی ولی عہدی کا سال تاریخ تشیع کے انتہائی کامیاب اور بابرکت برسوں میں سے ایک ثابت ہوا اور علوی تحریک میں نئی جان پڑ گئی۔ یہ سب امام ہشتم کی خداداد مدبرانہ کاوشوں اور حکیمانہ طرز عمل کا ثمر تھا جس کا مظاہرہ امام معصوم نے اس عظیم آزمائش کے وقت کیا۔

اس عجیب وغریب واقعے کی حقیقت کو بخوبی سامنے لانے کے لئے ہم مامون کی چالوں اور امام کی مدبرانہ حکمت عملی کی اجمالی تفصیل پیش کر رہے ہیں۔

امام علی رضا علیہ السلام کو مدینے سے خراسان بلانے کی مامون کی چال کے چند مقاصد:۔

اول: سب سے پہلا اور سب سے اہم مقصد شیعوں کی پر زور انقلابی جد وجہد کو بے خطر سیاسی سرگرمیوں میں تبدیل کرنا تھا۔ میں نے جیسا کہ عرض کیا، شیعہ تقیہ کے پردے میں بڑی پر زور اور ختم نہ ہونے والی لڑائی لڑ رہے تھے۔ اس جد و جہد میں بساط خلافت کو درہم برہم کر دینے والے دو انتہائی اہم عوامل تھے۔ ایک تھی مظلومیت اور دوسرے تقدس۔

شیعوں نے ان دونوں صفات پر تکیہ کرتے ہوئے شیعی نظریات کو جو اہل بیت پیغمبر کے نقطہ نگاہ سے اسلام کی تفسیر وتشریح سے عبارت تھے، اپنے مخاطب افراد کے دل و ذہن کی گہرائیوں تک پہنچایا اور ان افراد کو راغب اور گرویدہ کر لیا جن میں تھوڑی بھی رغبت اور صلاحیت تھی۔ اس کے نتیجے میں عالم اسلام کے اندر شیعوں کی

تعداد بہت تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی۔ یہی مظلومیت اور تقدس کے صفات تھے جو شیعہ نقطہ نظر کی مدد سے جا بجا خلیفہ کے خلاف مسلحانہ بغاوت اور انقلابی جدوجہد کو جنم دیتے تھے۔ مامون نے سوچا کہ یکبارگی تمام چیزوں سے پردہ اٹھ جائے اور امام ہشتم کو میدان سیاست میں گھسیٹ کر اہل تشیع کی تحریک کی افادیت و تاثیر کو جو خفیہ طور پر پوری شدت سے آگے بڑھ رہی تھی ختم کر دے۔ مامون اس میں کامیاب ہو جاتا تو علویوں کی وہ دونوں کلیدی اور موثر خصوصیات بھی ختم ہو جاتیں۔ کیونکہ جس جماعت کا رہبر نظام خلافت کا ممتاز عہدیدار اور مطلق العنان بادشاہ کا ولی عہد اور امور مملکت میں خاص مقام کا حامل بن جائے وہ نہ تو مظلوم ہوسکتی ہے اور نہ ہی پاک و پاکیزہ۔ یہ چال شیعہ نقطہ نگاہ کو بھی ان بقیہ مکاتب فکر کے زمرے میں شامل کرسکتی تھی جو معاشرے کے گوشہ و کنار میں موجود تھے۔ اسی طرح اس مکتب فکر کو جو حکومت مخالف اور عوام بالخصوص مستضعفین کے لئے انتہائی پرکشش اور جاذب نظر تھا، اس حالت سے خارج کر سکتی تھی۔

دوم: دوسرا مقصد تھا اموی اور عباسی خلافتوں کے غاصبانہ ہونے کے اہل تشیع کے دعوے پر خط تنسیخ کھینچنا اور ان خلافتوں کو صحیح اور برحق ثابت کرنا۔ مامون اپنی اس چال سے تمام شیعوں پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ مسلط شدہ خلافتوں کے غیر شرعی اور غاصبانہ ہونے کا دعوی جو شیعوں کے عقائد کا جز تھا بے بنیاد اور احساس حقارت کا نتیجہ تھا۔ اس لئے کہ اگر دوسری خلافتیں ناجائز اور ظالم و جابر تھیں تو مامون کی خلافت بھی جو ان کا جانشین تھا ناجائز اور غاصبانہ ہی ہوگی۔ اب اگر امام علی رضا علیہ السلام اس خلافت کا جز بن جاتے ہیں اور مامون کا جانشین بننا قبول کر لیتے ہیں تو گویا انہوں نے اس خلافت کو قانونی اور جائز مان لیا ہے نتیجتاً تمام سابقہ خلافتوں کو بھی شرعی اور جائز تسلیم کرنا ہوتا اور یہ تمام شیعوں کے دعوے پر خط بطلان کھینچنے کے مترادف تھا۔ اپنے اس حربے سے مامون، حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اپنی خلافت اور خلفائے سابق کی

حکومت کا جواز ہی حاصل نہ کرتا بلکہ شیعوں کا یہ بنیادی عقیدہ بھی باطل قرار پاتا کہ سابقہ حکومتیں مستبد و ظالم تھیں۔ اسی طرح دنیا سے ائمہ علیہم السلام کی بے رغبتی و بے اعتنائی کا شیعوں کا دعوی بھی غلط ثابت ہو جاتا اور یہ تاثر ملتا کہ حضرت صرف ایسے حالات میں جب حکومت سے محروم تھے زہد و پارسائی کا نمونہ تھے، اب جبکہ دنیوی جنت کے دروازے ان کے لئے کھلے ہیں تو دوسروں کی مانند وہ بھی جھپٹ کر اس میں داخل ہو گئے ہیں اور اس موقع گنوانا انہوں نے گوارا نہیں کیا۔

سوم: تیسرا مقصد یہ تھا کہ امام کو جو انقلاب اور جد و جہد کا محور تھے اپنی حکومت کے کنٹرول میں رکھا جائے اور حضرت کے ساتھ ہی تمام باغی علوی سرداروں اور رہنماؤں کو بھی اپنی مٹھی میں کر لیا جائے۔ یہ اتنی بڑی کامیابی ہوتی جو مامون سے پہلے بنی امیہ اور بنی عباس کے کسی بھی خلیفہ کو نہیں ملی تھی۔

چہارم: چوتھا مقصد یہ تھا کہ امام کو جو عوام الناس کی امیدوں کا قبلہ، تمام امور میں مرجع خلائق اور انتہائی مقبول عام ہستی تھے حکومتی اہلکاروں کے محاصرے میں لایا جائے اور رفتہ رفتہ انہیں حاصل قبول عام ختم ہو جائے اور رفتہ رفتہ عوام سے ان کی دوری بڑھے اور پھر ان سے عوام الناس کا جذباتی و احساساتی لگاؤ بھی ماند پڑ جائے۔

پنجم: پانچواں مقصد یہ تھا کہ مامون کو بھی روحانی مقام حاصل ہو جائے۔ یہ فطری امر تھا کہ اس زمانے میں لوگ مامون کی اس بات پر تعریف کرتے کہ اس نے فرزند رسول کو جو روحانی و معنوی شخصیت کے مالک ہیں اپنا ولی عہد چنا ہے اور اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو اس عہدے سے محروم رکھا ہے۔ یہ دنیا کا دستور رہا ہے کہ اگر اہل دین، دنیا پرستوں کے قریب ہو جاتے ہیں تو ان کے وقار اور مقبولیت میں کمی آ جاتی ہے اور دنیا پرستوں کی واہ واہی ہوتی ہے۔

ششم: مامون اس خیال میں تھا کہ امام اس کے ولی عہد بن جائیں گے تو اس کی خلافت کا دفاع کرنے لگیں گے۔ ظاہر ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام جیسی علمی و دینی

ہستی اپنی اس عظمت و جلالت کے بعد اگر حکومت کے اندر رونما ہونے والی باتوں کی توجیہ اور دفاع کا کام کرتی تو کوئی بھی حکومت مخالف آواز اس حکومت کو داغدار ثابت نہیں کر سکتی تھی۔ یعنی یہ ایک ظریف جال تھا جو خلافت کی تمام پستیوں اور خطاؤں پر پردہ ڈال سکتا تھا۔

ان کے پیچھے مقاصد کے علاوہ بھی کچھ اہداف تھے جو مامون کے پیش نظر تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ روش اتنی پیچیدہ اور گہری تھی کہ مامون کے علاوہ کوئی بھی اس پر بخوبی عملدرآمد نہیں کر سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مامون کے قریبی افراد اور رشتے دار بھی اس کے تمام پہلوؤں اور مضمرات سے بے خبر تھے۔ بعض تاریخی حقائق سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فضل ابن سہل بھی جو خلیفہ کا قریبی ترین عہد یدار اور وزیر تھا، اس سیاسی حربے کی حقیقت و ماہیت سے لاعلم تھا۔ مامون نے اس مقصد سے کہ اس کی اس گہری سیاسی چال کے اہداف کو کوئی نقصان نہ پہنچے اپنے اس اقدام کے لئے جعلی کہانیاں سنائیں اور بہانے تراشے اور لوگوں کو بتائے۔

یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مامون کی یہ سیاست واقعی بہت گہری اور سوچی سمجھی تھی لیکن اس کے مقابلے میں دوسرے فریق کے طور پر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی مقدس ذات تھی۔ اسی لئے مامون کی شیطانیت آمیز چالاکی اور اس کی پختہ و پہلو دار تدبیر بچگانہ کھیل بن کر رہ گئی۔ اتنی زحمتیں اٹھانے اور اس حربے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے خاصا سرمایہ صرف کرنے کے باوجود نہ صرف یہ کہ مامون اپنے مقصد کی برآری نہ کر سکا بلکہ اس کا یہ وار خود اسی پر پڑا۔ اس نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شخصیت اور وقار کو مجروح کرنے کے لئے جو تیر چلایا تھا وہ خود اس کے اپنے سینے میں پیوست ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تھوڑا ہی عرصہ گزرنے کے بعد وہ اپنی ساری سیاسی مہارت بھول کر اسی پست حرکت پر اتر آیا جو اس کے پیشرؤں نے اپنائی۔ یعنی قتل! مامون نے خود کو دانشمند، مقدس اور مقبول عام خلیفہ کی حیثیت سے متعارف کرانے کے لئے جو محنت کی

تھی، سیاسی چالیں چلی تھیں رائیگاں گئیں اور وہ بھی سرانجام اسی کھائی میں گرا جس میں اس کے پیشرو خلیفہ گرے تھے۔ یعنی فساد، فحشاء، عیش وعشرت اور ظلم وتکبر کی کھائی میں۔

مامون نے تقویٰ وانصاف پسندی کا جھوٹا لبادہ اوڑھ کر پندرہ سال کا وقت گزارا لیکن امام علیہ السلام کو ولی عہد بنانے کے بعد کی کوتاہ مدت میں دسیوں مواقع ایسے آئے جب مامون کی ریاکاری کا پردہ چاک ہوا۔ جیسے یحیی بن اکثم جیسے فاسق و فاجر اور عیاش انسان کو قاضی القضاۃ کے طور پر منصوب کرنے کا موقع، اسی طرح اپنے منہ بولے چچا ابراہیم بن مہدی جیسے عیش پرست شخص کی ہمنشینی اور بغداد میں دار الخلافہ کے اندر عیش ونوش کی محفلوں کا اہتمام۔

اب ہم جائزہ لیں گے امام علی رضا علیہ السلام کی مدبرانہ سیاست کا جو حضرت نے اس مسئلے میں اختیار کی:۔

1۔ جب امام علیہ السلام کو مدینہ منورہ سے خراسان کا سفر کرنے کے لئے کہا گیا تو آپ نے اس پر ایسی کراہیت اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ آپ کے گرد و پیش رہنے والے تمام افراد کو یقین ہو گیا کہ مامون کسی بری نیت کے تحت امام کو مدینے سے دور کرنا چاہتا ہے۔ امام نے مامون کے سلسلے میں اپنی ناپسندیدگی سے حتی الامکان تمام لوگوں کو آگاہ کر دیا۔ مدینہ سے باہر نکلتے وقت، حرم پیغمبر سے الوداع کے موقعے پر اور اپنے اہل خاندان سے رخصتی کے موقع پر، کعبے کے الوداعی طواف کے موقع پر حضرت نے اپنی گفتار و رفتار سے اور دعا و اشک کی زبان میں سب کو پیغام دے دیا کہ ان کا یہ سفر، سفر شہادت ہے۔ مامون جن لوگوں کے ذہن میں اپنی اچھی شبیہ قائم ہونے اور امام کی نسبت بدگمانی پیدا ہونے کی امید لگائے بیٹھا تھا ان کے دل اس بات پر مامون کی نسبت نفرت سے بھر گئے کہ وہ ان کے پیارے امام کو اس ظالمانہ انداز میں قتل گاہ کی طرف لے جا رہا ہے۔

2۔ جب شہر مرو میں حضرت کو ولی عہدی کی پیشکش کی گئی تو آپ نے شدت کے ساتھ اس کی مخالفت کی اور اسے تب قبول کیا جب مامون نے صریحی طور پر آپ کو قتل کی دھمکی دے دی۔ یہ خبر جنگل میں آگ کی مانند پھیل گئی کہ امام نے مامون کا ولی عہد بننے اور اس کے بعد خلافت کی مسند پر بیٹھنے کی تجویز قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ دربار کے افراد نے جنہیں مامون کی سیاسی چال کی ظرافت اور باریکیوں کا علم نہیں تھا امام کے انکار کی خبر چہار سو عام کر دی۔ یہاں تک کہ فضل ابن سہل نے حکومتی عہدیداروں کے ایک اجتماع میں کہا کہ میں نے خلافت کو کبھی اتنا رسوا و خوار ہوتے نہیں دیکھا۔ خلیفہ مامون نے اسے علی ابن موسی الرضا کی خدمت میں پیش کیا علی ابن موسیٰ نے اسے ٹھکرا دیا۔

خود امام علیہ السلام بھی جب بھی موقع ملتا لوگوں پر ظاہر کر دیا کرتے تھے کہ یہ عہدہ آپ پر جبرا مسلط کر دیا گیا ہے۔ آپ بار بار فرماتے تھے کہ میں نے قتل کی دھمکی ملنے کے بعد ولی عہدی کو قبول کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سیاسی لحاظ سے بڑی عجیب و غریب بات تھی۔ لہٰذا بڑی تیزی سے شہر شہر پھیل گئی اور عالم اسلام کے گوشے گوشے میں لوگوں کو اسی وقت یا بعد میں معلوم ہو گیا۔ اسی زمانے میں جب مامون اپنے بھائی کی ولی عہدی سے معزول ہو جانے کے باعث ایسی جنگ میں کود پڑا جو کئی سال تک چلتی رہی اور جس میں اس کے بھائی امین سمیت ہزاروں افراد لقمہ اجل بن گئے اور پھر اس کے بھائی کا سر کاٹ کر شہر شہر، بستی بستی پھرایا گیا، اسی دور میں علی ابن موسیٰ الرضا جیسی ہستی نمودار ہوتی ہے جو ولی عہدی سے اس درجہ بے اعتنائی برت رہی ہے کہ اسے اس صورت میں قبول کرتی ہے جب قتل کی دھمکی ملنے لگتی ہے۔ ان دونوں واقعات کے باہمی موازنے سے جو تصویر ابھر کر آتی ہے وہ مامون کے اس منصوبے کے بالکل برخلاف ہے جس کے لئے مامون نے اتنی محنت کی اور پیسہ خرچ کیا۔

3۔ اس سب کے باوجود امام علی رضا علیہ السلام نے ولی عہدی کا

منصب اس شرط پر قبول کیا کہ امور مملکت میں کوئی مداخلت نہیں کریں گے اور جنگ و صلح اور تقرری و معزولی جیسے معاملات میں ہرگز کوئی کردار ادا نہیں کریں گے۔ مامون نے اس خیال کے تحت کہ شروع میں اس شرط کو برداشت کر لیا جائے، بعد میں امام کو خلافت کے امور میں گھسیٹ لیا جائے گا، حضرت کی یہ شرط مان لی۔ ظاہر ہے کہ یہ شرط پوری ہو جانے کی صورت میں مامون کے سارے کئے دھرے پر پانی پھر جاتا اور اس کے مقاصد کی تکمیل نہ ہو پاتی۔

امام علی رضا علیہ السلام نے ولی عہد کا منصب مجبوراً قبول کر لیا تھا اور خلیفہ کی جانب سے آپ کے لئے گوناگوں وسائل بھی فراہم کئے گئے لیکن حضرت نے ایسی روش اختیار کی جس سے ہمیشہ یہ حقیقت عیاں رہی کہ امام، حکومت سے بیزار ہیں۔ آپ نہ تو کبھی کوئی حکم دیتے، نہ کسی چیز سے روکتے تھے، نہ کوئی ذمہ داری قبول کرتے تھے، نہ کوئی حکومتی کام انجام دیتے تھے، نہ حکومت کا دفاع کرتے تھے اور نہ ہی حکومت کے کسی فعل کا جواز پیش کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب کسی حکومت کا کوئی عہدیدار اپنی مرضی اور ارادے سے خود کو اس طرح تمام ذمہ داریوں سے کنارہ کش کر لے تو ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اس حکومت کا حامی اور طرفدار ہو۔ مامون کو اپنی چال کی ناکامی کا بھرپور احساس تھا۔ اسی لئے ولی عہد کی تنصیب کا عمل مکمل ہو جانے کے بعد اس نے کئی بار یہ کوشش کی کہ شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی ظریفانہ چالوں سے امام کو حکومتی امور میں گھسیٹ لے اور امام علیہ السلام کی مدبرانہ سیاست کو ناکام بنا دے لیکن امام علیہ السلام نے ہر موقع پر اس کی چال کو ناکام بنایا۔

اس کی ایک مثال وہ واقعہ ہے جسے معمر بن خلاد نے خود امام ہشتم سے نقل کیا ہے کہ مامون نے امام سے کہا کہ اگر ممکن ہے تو ان لوگوں کو جو حضرت کے فرمانبردار ہیں ان علاقوں کے بارے میں جہاں آشوب برپا ہے کچھ ہدایات تحریر کر دیں تو امام نے انکار کر دیا اور امور مملکت میں عدم مداخلت کی اپنی شرط یاد دلائی۔ اس کے علاوہ ایک

اور اہم مثال نماز عید کی ہے۔ مامون نے امام کو نماز عید کی امامت کرنے کی دعوت دی اور یہ بہانہ پیش کیا کہ اس طرح لوگ آپ کی قدر و منزلت کو سمجھیں گے اور ان کے دلوں کو قدرے سکون حاصل ہوگا۔ امام علیہ السلام نے انکار کیا لیکن مامون نے اصرار کی انتہا کر دی۔ سرانجام امام نے نماز عید کی امامت اس شرط پر قبول کی کہ پیغمبر اسلام اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے انداز میں نماز پڑھائیں گے۔ امام علیہ السلام نے اس موقع کا ایسا فائدہ اٹھایا کہ مامون اپنے فعل پر پچھتانے لگا اور اس نے امام کو بیچ راستے سے واپس بلا لیا۔ یعنی اس کی حکومت کی ریاکارانہ ظاہری شکل پر ایک اور کاری ضرب لگی۔

4۔ امام علیہ السلام نے اس پورے قضیئے سے جن اہداف کی تکمیل فرمائی وہ ان باتوں سے کہیں زیادہ اہم اور وسیع تر ہیں۔ امام علیہ السلام نے ولی عہد بننا قبول کر کے وہ عمل انجام دیا جو ائمہ علیہم السلام کی تاریخ میں چالیس ہجری میں اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت کے اختتام کے بعد سے لے کر امام ہشتم کے دور تک اور پھر خلافت کی تاریخ کے آخر تک بے نظیر ہے۔ آپ کا ایک عظیم کارنامہ یہ رہا ہے کہ آپ نے شیعوں کے دعوائے امامت کو پورے عالم اسلام کی سطح پر پیش کیا، تقیہ کے پردے کو ہٹا کر تشیع کا پیغام تمام مسلمانوں کے کانوں تک پہنچایا۔ امام علیہ السلام کو وسیع میدان مل گیا اور آپ نے وہ باتیں جو ڈیڑھ سو سال سے خفیہ طور پر اور خاص اصحاب و معتقدین سے بیان کی جاتی تھیں بانگ دُہل بیان کیں اور اس زمانے کے معمولی وسائل کی مدد سے جو عموماً خلفا اور ان کے نزدیکی افراد کو ہی حاصل ہوتے تھے اپنا پیغام ہر چھوٹے بڑے کے گوش زد کر دیا۔

مامون کی موجودگی میں منعقد ہونے والی علماء کی نشستوں میں امام نے جو مناظرے کئے، جن میں آپ نے امامت کی محکم ترین دلیلیں پیش کیں، جوامع الشریعہ سے موسوم تحریر جس میں آپ نے فضل ابن سہل کے لئے، تشیع کے تمام بنیادی عقیدتی اور فقہی موضوعات کو قلمبند کیا، امامت کے موضوع پر بہترین گفتگو جو آپ نے مرو میں

عبدالعزیز بن مسلم کے سامنے پیش کی، حضرت کی ولی عہدی کے موقع پر آپ کی مدح میں جو قصائد لکھے گئے، دعبل اور ابونواس کے قصیدے تو عربی ادب کے ممتاز ترین قصائد میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ سب امام علیہ السلام کی عظیم کامیابیاں ہیں۔

اس سال جب حضرت کی ولی عہدی کی خبر مدینہ اور عالم اسلام کے دیگر شہروں میں پہنچی تو فضائل اہل بیت خطبوں میں بیان کئے گئے۔ ستر سال سے اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منبروں سے اعلانیہ لعن طعن کیا جاتا تھا، برسوں سے کسی میں جرأت نہیں تھی کہ اہل بیت کی کوئی فضیلت بیان کرتا، لیکن اس سال جا بجا اہل بیت کی عظمت کے قصیدے پڑھے گئے، اہل بیت کے عقیدتمندوں کو اس سے حوصلہ ملا اور تقویت پہنچی۔ حقیقت سے بے خبر افراد کو اس نئی حقیقت کا علم ہوا اور ان میں اہل بیت کی نسبت رغبت پیدا ہوئی، دشمنوں کو احساس شکست ہوا اور وہ خود کو کمزور محسوس کرنے لگے۔ اس سے پہلے تک شیعہ مفکرین اور محدثین جو تعلیمات اور جو معارف خفیہ طور پر بیان کرنے پر مجبور تھے، اپنے دروس کی نشستوں میں اعلانیہ بیان کرنے لگے۔

5۔ مامون چاہتا تھا کہ امام کو عوام الناس سے دور کر دے اور اس دوری کے نتیجے میں عوام الناس اور امام کے درمیان پایا جانے والا روحانی رابطہ منقطع ہو جائے لیکن جب بھی موقع ملتا امام لوگوں کے درمیان پہنچ جاتے تھے۔ مامون نے امام علیہ السلام کو مدینے سے مرو لانے کے لئے عمداً ایسے راستے کا انتخاب کیا تھا کہ کوفہ وقم جیسے شہر جو محبانِ اہل بیت کی آبادی والے شہر سمجھے جاتے تھے راستے میں نہ آئیں لیکن اس کے باوجود امام نے راستے میں لوگوں کے درمیان خود کو پہنچایا۔ (ایران کے شہر) اہواز میں آپ نے آیات امامت دکھائیں، بصرہ میں آپ نے لوگوں کو اپنی شخصیت سے ایسا متاثر کیا کہ اہل بیت سے کوئی وابستگی نہ رکھنے والوں کے قلوب بھی ان کی محبت سے لبریز ہو گئے، نیشاپور میں آپ نے ''حدیث سلسلة الذهب'' کو لا زوال یادگار کے طور پر پیش کر دیا۔ آپ نے بہت سی کرامتیں بھی دکھائیں اور اثنائے سفر جگہ

جگہ لوگوں کی ہدایت کی۔ مرو میں بھی جو خلافت کا مرکز تھا حضرت جب بھی موقع ملتا حکومت کے حفاظتی انتظام سے باہر نکل کر لوگوں کی بھیڑ میں پہنچ جاتے تھے۔

6۔ امام نے (ولی عہدی کا منصب قبول کرنے کے بعد) نہ صرف یہ کہ عمائدین تشیع کو سکوت کی تلقین نہیں کی بلکہ قرائن سے صاف ظاہر ہے کہ انہیں مزید حوصلہ ملا۔ نتیجے میں جو باغی گروہ اس سے پہلے تک صعب العبور پہاڑیوں اور دور دراز کی بستیوں میں سختی و دشواری میں روپوشی کی زندگی بسر کر رہے تھے، امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کی ہدایات کے باعث حکومتی عہدیداروں اور اہلکاروں نے ان کے ساتھ نرمی برتنا شروع کر دیا۔ دعبل جیسے صاحب کردار اور خوددار شاعر نے جو کبھی بھی کسی خلیفہ، وزیر اور حاکم کی قصیدہ خوانی کے لئے تیار نہ ہوئے اور دربار سے خود کو ہمیشہ دور رکھا، یہی نہیں دربار اور حکومت کے عہدیدار ان کی تنقید کے تیروں کی آماجگاہ رہتے تھے، لہذا ہمیشہ انہیں پریشان کیا جاتا تھا، بار بار تفتیش اور بازپرس ہوتی تھی اور ایک شہر سے دوسرے شہر سرگرداں رہتے تھے، ان کو یہ موقع ملا کے اپنے مقتدا و مولا کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور اپنا معروف قصیدہ حضرت کو سنائیں جو درحقیقت اموی اور عباسی خلافتوں کے خلاف علوی تحریک کا آئینہ ہے۔ ان کا یہ قصیدہ نہایت محدود مدت میں گوشے گوشے میں پھیل گیا۔ عالم یہ تھا کہ امام کو قصیدہ سنا کر دعبل لوٹ رہے تھے تو راستے میں رہزنوں کے سردار کی زبان سے انہیں یہ قصیدہ سننے کو ملا۔

اب ہم ایک کلی نظر ڈالیں گے اس میدان پیکار پر جسے مامون نے خفیہ انداز میں اور اپنی خاص چالاکی سے سجایا تھا اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو جس میں اس نے گھسیٹ لیا تھا:۔

مامون نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو حد سے سوا وسائل اور آسائش فراہم کی تھی لیکن سب جانتے ہیں کہ یہ عظیم المرتبت ولی عہد امور مملکت میں کوئی مداخلت نہیں کرتا اور اپنی مرضی سے خلافت کے جملہ مسائل سے کنارہ کشی کئے ہوئے ہے۔

سب اس سے بھی واقف ہیں کہ اس عظیم شخصیت نے اسی شرط پر ولی عہد کا منصب قبول کیا ہے کہ امور مملکت میں کوئی مداخلت نہیں کرے گی۔

مامون نے ولی عہدی سے متعلق اپنے فرمان میں بھی اور اپنے دیگر بیانوں میں بھی امام کی فضیلتوں، حسب ونسب، زہد وتقویٰ اور عظیم علمی مرتبے کا ذکر کیا ہے، لوگوں نے حضرت کو، جن کا بعض نے پہلے صرف نام ہی سنا ہوگا، بعض نے شاید نام بھی نہ سنا ہوگا، کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو آپ سے دشمنی رکھتے ہوں گے، اب ایک قابل تعظیم انسان، خلافت کے لئے سزاوار ہستی اور علم وتقویٰ و پیغمبر اسلام سے قرابت کے اعتبار سے خلیفہ سے زیادہ بہتر شخص کی حیثیت سے پہچانا۔

مامون، حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو اپنے دربار میں بلانے کے باوجود شیعہ مخالفین کے اندر اپنے بارے میں کوئی حسن ظن پیدا کرنے میں ناکام رہا اور خلافت اور خلیفہ کے خلاف تنقید کا سلسلہ جاری رہا۔ یہی نہیں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی وجہ سے ان کے اندر ایک نیا جوش وجذبہ پیدا ہو گیا۔ مکہ ہو یا مدینہ یا دیگر اسلامی خطے، کہیں بھی حضرت امام علی رضا علیہ السلام پر حب دنیا کی تہمت اور مقام و منصب کی چاہت کا کوئی الزام نہیں لگ سکا، بلکہ حضرت کی روحانی عظمت وجلالت میں اضافہ ہی ہوا اور دسیوں سال کی گھٹن کے بعد زبانیں حضرت کے مظلوم اجداد کی مدح وثنا کے لئے کھلنے لگیں۔ مختصر یہ کہ مامون اس خفیہ جنگ میں کچھ بھی حاصل نہیں کر سکا بلکہ بہت کچھ اس نے گنوا دیا اور اسے خوف لاحق ہوا کہ اور بھی بہت کچھ اس کے ہاتھ سے جا سکتا ہے۔ خسارے اور شکست کے احساس سے مامون پیچ وتاب کھا رہا تھا اور اس نے اپنی غلطی کا تدارک کرنے کی کوشش کی اور اتنا سرمایہ خرچ کرنے کے بعد سرانجام خلافت کے مخالفین یعنی ائمہ علیہم السلام کے سلسلے میں اپنے ظالم پیشرؤں کے اسی پرانے طریقے کو اپنایا اور قتل کر دینے کا فیصلہ کیا۔

ظاہر ہے کہ جس نمایاں مقام پر امام علی رضا علیہ السلام تھے اس کے پیش نظر

آپ کو قتل کر دینا آسان کام نہیں تھا۔ قرائن سے واضح ہے کہ مامون نے امام علیہ السلام کو قتل کرنے سے پہلے دوسرے متعدد اقدامات کئے کہ اس آخری حربے کو آسان بنائے۔ اچانک مرو میں امام علیہ السلام کے بارے میں یہ افواہ اور جھوٹی خبر پھیلائی گئی کہ آپ عوام الناس کو اپنا غلام سمجھتے ہیں، یہ افواہ مامون کے کارندوں کے بغیر پھیل ہی نہیں سکتی تھی۔ جب ابو الصلت نے امام کو آ کر یہ خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ ''بار الہا، اے آسمانوں اور زمین کو وجود عطا کرنے والے تو گواہ ہے کہ میں نے یا میرے اجداد نے کبھی بھی ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے اور یہ (تہمت) بھی ان لوگوں کی طرف سے ہمارے اوپر ہونے والے مظالم میں سے ایک ہے''۔

ایسے لوگوں سے بار بار امام کا مناظرہ کروانا کہ امام پر جس کے غالب آنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا تھا، مامون کی انہی ناکام تدابیر کا جز تھا۔ جب امام مختلف مذاہب اور مکاتب فکر کی طرف سے مناظرے کرنے والوں کو اپنی مدلل گفتگو سے مغلوب کر لیتے تھے اور آپ کی دلیلوں اور علمی بلندی کا چرچا چہار سو دوہرایا جاتا تھا، مامون امام علیہ السلام کو شکست دلانے کی چاہ میں ہر متکلم اور مناظرہ کرنے والے کو مناظرے کی نشست میں بلاتا کہ شاید ان میں سے کوئی، امام کو شکست دیدے۔ لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ مناظروں اور بحثوں کا سلسلہ جیسے جیسے آگے بڑھا امام علیہ السلام کا علمی وقار اور بھی نمایاں ہوتا گیا اور مامون پر مایوسی چھاتی رہی۔ مامون نے ایک دو دفعہ اپنے کارندوں کے ذریعے امام کے قتل کی سازش رچی اور ایک بار اس نے آپ کو سرخس کی جیل میں ڈال دیا، لیکن اس سب کے بعد بھی امام سے لوگوں کی عقیدت میں مزید اضافے کے علاوہ کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور مامون کی جھلاہٹ بڑھتی گئی۔ سرانجام اس نے محسوس کیا کہ امام کو خود اپنے ہاتھوں قتل کر دینے کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس نے یہی کیا اور دو سو تین ہجری قمری کے ماہ صفر میں یعنی حضرت کے مدینے سے مرو بلانے کے تقریبا دو سال بعد اور حضرت کی ولی عہدی کا فرمان صادر ہونے کے ایک سال اور

چند مہینے بعد مامون اس گناہ عظیم کا مرتکب ہوا اور امام کو زہر دغا سے شہید کر دیا۔

یہ ائمہ علیہم السلام کی اڑھائی سو سالہ سیاسی زندگی کے ایک اہم باب کا اجمالی جائزہ تھا۔ امید کی جاتی ہے کہ صدر اسلام کے ادوار کے بارے میں تحقیق و مطالعہ کرنے والے مفکرین اور محققین اس کی تحقیق و تشریح پر توجہ دیں گے۔ رضوی اسلامی یونیورسٹی جس کا ہمارے عظیم الشان امام علی رضا علیہ السلام کے یوم ولادت با سعادت کے موقعے پر حضرت کے روضہ اطہر کے فیوضات کے زیر سایہ افتتاح ہو رہا ہے، مناسب ہوگا کہ اپنی علمی کاوشوں کا ایک حصہ تاریخ کے اس سبق آموز باب کی تعلیم و تفسیر سے مختص کرے۔ ائمہ علیہم السلام کی سیاسی زندگی کو موجودہ اور آئندہ نسلوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے اجتماعی مساعی انجام دی جائیں۔ میں اس عظیم صوبے میں اس پر شکوہ درس گاہ کے قیام کو خاص امید کی نظر سے دیکھتا ہوں اور اسے نیک شگون سمجھتا ہوں۔ میں امام ہشتم کے روضہ اقدس کے محترم متولی کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس خلا کو محسوس کیا اور پھر اسے پر کرنے کا حوصلہ دکھایا۔ میں اس درس گاہ کے طلبا کے لئے علم و فضل و تقوی سے سرشار مستقبل کی دعا کرتا ہوں۔

سید علی خامنہ ای

صدر اسلامی جمہوریہ ایران

09-08-1984

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

نماز کانفرنس کے نام قائد انقلاب اسلامی کا پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اس سال بھی آپ خدا کے متلاشی اور حقیقت دوست خواتین و حضرات نے اس اجلاس کا انعقاد کر کے، اپنے اسلامی فریضے کی ادائیگی یعنی نماز قائم کرنے کے سلسلے میں ایک اور قدم اٹھایا ہے۔ تمام متعلقہ افراد بالخصوص مجاہد، صداقت دوست، ثابت قدم اور بلند ہمت عالم دین حجت الاسلام جناب قرائتی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس میدان کے اہم ستون کا درجہ رکھتے ہیں۔ میں جناب عالی اور آپ کے رفقائے کار کے لئے جزائے الٰہی کی دعا کرتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی مجھے یہ اعتراف بھی کرنا ہوگا کہ اسلامی نظام کے ہم عہدیداروں کا مجموعہ اس سلسلے میں اپنے فرائض کو کما حقہ ادا کرنے میں ناکام رہا ہے۔ نماز کی اہمیت کا درست ادراک ہونا چاہئے۔ یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ اگر بارگاہ خداوندی میں نماز کو شرف قبولیت حاصل ہو گیا تو دیگر خدمات و زحمات بھی قبول کر لی جائیں گی اور اگر نماز ٹھکرا دی گئی تو پھر سارے اعمال مردود بارگاہ قرار پائیں گے، یہ (ارشاد گرامی) ہمیں عظیم حقیقت سے روشناس کراتا ہے۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ اگر اسلامی معاشرے میں نماز کو اس کا شایان شان مقام مل جائے تو تمام تعمیری مادی و روحانی مساعی کا رخ اعلیٰ امنگوں کی جانب مڑ جائے گا اور معاشرہ اسلام کے مطلوبہ مقام پر پہنچ جائے گا اور اگر نماز کی اہمیت سے غفلت برتی گئی اور نماز کو نظر انداز کیا گیا تو یہ راستہ صحیح

طور پر طے نہیں ہو سکے گا اور کوششیں اور مجاہدتیں انسانی معاشرے کے لئے اسلام کی جانب سے طے شدہ بلندیوں تک اسے پہنچانے کے سلسلے میں بے اثر ثابت ہوں گی۔

یہ حقیقت ہم سب کو خبردار کرتی اور ہمیں ہمارے عظیم فریضے کی بابت متنبہ کرتی ہے۔ تمام ثقافتی اور فنی مساعی اور تعلیمی منصوبہ بندی کی تدوین اور اجراء کا عوام الناس اور بالخصوص نوجوانوں کے درمیان نماز کی روز افزوں ترویج کی سمت میں مرکوز ہونا ضروری ہے تا کہ اس پاکیزہ اور پرنور سرچشمے سے سب فیضیاب ہوں۔ بیشک متعدد تعلیمی و ثقافتی ادارے، ریڈیو ٹیلی ویژن اور مساجد کے امور کے ذمہ دار افراد کو اس سلسلے میں دوسروں سے زیادہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنا چاہئے۔

اللہ تعالی سے نصرت و مدد کی دعا کیجئے، کمر ہمت کسئے اور اس میدان میں نئی تحریک کا آغاز کیجئے! اللہ تعالی آپ سب کی نصرت و مدد فرمائے۔

سید علی خامنہ ای

13/شہریور/1391

(3، ستمبر 2012)

اولمپک ٹیم کی شاندار کامیابی پر تہنیتی پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

میڈل جیتنے والے ملک کے سرفراز اور چیمپین کھلاڑیوں نیز ان کے کوچ حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ملت ایران کے دلوں کو مسرور و شاد کیا۔

قابل ذکر ہے کہ لندن اولمپک 2012 کے مختلف مقابلوں میں ایران کو چار گولڈ، پانچ سیلور اور تین برونز میڈل ملے اور گذشتہ بیجنگ اولمپک کی نسبت لندن اولمپک 2012 میں ایران عالمی رینکنگ میں چونتیس زینے طے کرتے ہوئے سترہویں مقام پر پہنچ گیا ہے۔

اللہ آپ سب کا ناصر و مددگار رہے۔

سید علی خامنہ ای

۲۲/مرداد/۱۳۹۱

مطابق 12 اگست 2012

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

عالمی کونسل برائے تقریب مذاہب اسلامی کے نئے سربراہ کی تقرری کے موقع پر پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حجت الاسلام والمسلمین الحاج جناب شیخ محسن اراکی دامت توفیقاتکم

اس وقت جب حجت الاسلام والمسلمین جناب الحاج شیخ محمد علی تسخیری ایک عشرے کی تحسین انگیز خدمات انجام دینے کے بعد عالمی کونسل برائے تقریب مذاہب اسلامی کے سربراہ کے منصب سے مستعفی ہو گئے ہیں، کونسل کی اعلی کمیٹی کی تجویز کے مطابق جناب عالی کو جو بے پناہ علمی و عملی تجربات سے بہرہ مند ہیں عالمی کونسل برائے تقریب مذاہب اسلامی کا سربراہ منصوب کرتا ہوں۔

ایسے حالات میں جب اسلامی بیداری اور اس کے نتیجے میں رونما ہونے والے حیرت انگیز تغیرات نے عالم اسلام کو تاریخ کے انتہائی حساس موڑ پر پہنچا دیا ہے، اس بابرکت تحریک کی کامیابی اور پھر اس کامیابی کے تحفظ کے لئے امت مسلمہ کا اتحاد اور مذاہب اسلامی کی باہمی قربت بنیادی ہدف ہے۔

دوسری جانب امریکہ اور اسرائیل کی سربراہی میں اسلام دشمن طاقتیں اور کفر ونفاق کے عمائدین جہاد ومزاحمت کی موجودہ صورت کو فرزندان اسلام کی ٹارگٹ کلنگ

اور ان کے خلاف کفر کے فتوؤں کی تحریک میں تبدیل کر دینے اور بالفاظ دیگر شیعہ سنی تنازعے کو مسلم اقوام کے مشغلے کی حیثیت سے عالم اسلام پر مسلط کر دینے کے در پے ہیں اور اس طرح بزعم خود عالم اسلام کے تمام مادی و روحانی امور کو اپنے اختیار میں لینے کے لئے کوشاں ہیں۔

اس حساس اور نازک دور میں عالمی کونسل برائے تقریب مذاہب اسلامی سے توقع ہے کہ ماضی کے گراں قدر تجربات اور موجودہ حالات کے تقاضوں کے مطابق عالم اسلام بالخصوص یونیورسٹیوں اور دینی تعلیمی مراکز کے مفکرین اور ممتاز شخصیات کے تعاون سے خلاقانہ اور جدت پسندانہ اقدامت کے ذریعے اسلامی اتحاد کی ڈپلومیسی کو اپنی اہم ترین اسٹریٹجی قرار دے اور استکباری محاذ کے مد مقابل متحد مسلم امہ کی تشکیل کو اپنا نصب العین بنائے۔

اللہ تعالی سے آپ کی اور آپ کے رفقائے کار کی توفیقات میں اضافے کا طالب ہوں۔

سیّد علی خامنہ ای

۲۰ تیر ماہ ۱۳۹۱

10 جولائی 2012

قائد انقلاب اسلامی نے حجت الاسلام والمسلمین جناب محمد علی تسخیری کی ایک عشرے کی قابل قدر خدمات کو سراہا اور انہیں عالم اسلام کے امور میں اپنا مشیر اعلی مقرر فرمایا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

نویں پارلیمنٹ کی افتتاحیہ تقریب پر پیغام

عالمی رائے عامہ تک اس بصیرت افروز و پرمغز پیغام کے پہنچانے میں ملت ایران کی کامیابی ایک اور لطف وعنایت ہے جو اس دشوار راہ سے گزرنے میں خدائے قوی ومہربان کی جانب سے ہمیشہ نصرت و رہنمائی کی صورت میں شامل حال رہی ہے اور اس نے اس مومن ومجاہد ملت کو کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑا ہے۔ ہم اپنے پورے وجود کے ساتھ خدائے عزوجل کے شکر گزار ہیں اور اس کی باعظمت بارگاہ میں ہماری پیشانی سجدہ ریز ہے۔

ایران کی پارلیمنٹ مجلس شورائے اسلامی کا نواں دور آج اتوار 27 مئی 2012 کی صبح کو رہبر معظم انقلاب آیت اللہ العظمٰی خامنہ ای دام ظلہ کے اہم پیغام سے شروع ہوا۔

یہ پیغام نویں پارلیمنٹ کی افتتاحی تقریب میں رہبر انقلاب کے دفتری امور کے نگران اعلی حجت الاسلام والمسلمین جناب محمدی گلپایگانی نے پڑھ کر سنایا۔ جو کچھ اس طرح ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اسلامی جمہوریہ میں قانون سازی کے نویں دور کا آغاز، خداوند حکیم وقدیر کے منشا و ارادے کے تحت، قوت و اقتدار سے معمور وہ پیغام ہے جس میں ملت ایران نے معاصر دنیا کو مخاطب قرار دیا ہے اور مختلف قوموں کی رائے عامہ کے ذہنوں میں کبھی

مٹائے نہ جانے والے حقائق ثبت کر دئے ہیں۔ دشمنیوں کے ہجوم میں قومی عزم و ارادے کی کامرانی، اسلامی انقلاب پر استوار انتظامی ڈھانچے کی پختگی اور نظام کا استحکام، ایک قوم کی سرنوشت اور زندگی کی راہوں کے تعین میں ایمان وبصیرت کا منفرد و بے مثال کردار اور پھر ایک ایسی ملت کی سچی تصویر کہ جس نے پہلی مرتبہ اسلامی جمہوریت کی بالادستی نہ صرف زبان سے بلکہ اپنی سخت و دشوار مجاہدت کے ذریعے دنیا کے سامنے پیش کرکے معاشرتی زندگی سے دین کی جدائی کے دعوے کو باطل کر دیا ہے انہی موثر حقائق اور دائمی نقوش کا ایک حصہ ہے۔

عالمی رائے عامہ تک اس بصیرت افروز و پرمغز پیغام کے پہنچانے میں ملت ایران کی کامیابی ایک اور لطف وعنایت ہے جو اس دشوار راہ سے گزرنے میں خدائے قوی ومہربان کی جانب سے ہمیشہ نصرت و رہنمائی کی صورت میں شامل حال رہی ہے اور اس نے اس مومن ومجاہد ملت کو کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑا ہے۔ ہم اپنے پورے وجود کے ساتھ خدائے عزوجل کے شکرگزار ہیں اور اس کی باعظمت بارگاہ میں ہماری پیشانی سجدہ ریز ہے۔

اسی طرح میں واجب سمجھتا ہوں کہ قلب کی گہرائیوں کے ساتھ ایران کی اس تاریخ ساز عظیم ملت کی تکریم اور قدرشناسی کے لئے درود بھیجوں کہ انہوں نے ہمیشہ کی طرح اس امتحانی میدان میں بھی اپنی بروقت حاضری اور موجودگی کے ذریعے اپنی بصیرت، خوداعتمادی اور زمانہ کی صحیح شناخت کا ثبوت پیش کیا ہے۔

نیز میں اپنا فریضہ سمجھتا ہوں کہ ملک کے حکام، وزارت داخلہ میں انتخابات کے انعقاد کے نگراں ادارے، فقہا اور قانون دانوں کی سپریم کونسل ''شورائے نگہبان'' اور اس میدان میں سرگرم پوری معاون مشینری خصوصاً قومی ذرائع ابلاغ، انتظامی اراکین سیکورٹی فورسز، مذہبی وسیاسی گروہ اور شخصیتیں کہ جنہوں نے اپنی اپنی جگہ کسی بھی سطح پر اس ''عوامی کارنامہ'' کے انعقاد میں کوئی کردار ادا کیا ہے ان سب کی قدردانی اور

شکریہ ادا کروں۔ اسی طرح لازم ہے کہ آٹھویں پارلیمنٹ کے تمام اراکین اور اس کے اسپیکر کا، ان خدمتوں کے سلسلے میں جن کی انہوں نے اپنی بھاری ذمہ داریوں کے دوران انجام دہی کی توفیق حاصل کی ہے صمیم دل سے شکریہ ادا کروں۔

اب نویں پارلیمنٹ کے طلوع و آغاز کے موقعے پر محترم نمائندوں کی خدمت میں میری جانب سے بنیادی ترین نصیحت یہ ہے کہ انہوں نے جو پرخطر مقام عوام کی رائے سے حاصل کیا ہے وہاں صرف الٰہی ذمہ داری کے ساتھ قومی نمائندگی کے بھاری فرائض کی ادائیگی کے لئے بیٹھیں اور شخصی، گروہی، جماعتی اور علاقائی جذبوں اور دوستی و دشمنی کو قانون سازی میں جو ''مجلس شورائے اسلامی'' کا اہم ترین فریضہ ہے نیز قانون پر عمل درآمد کی نگرانی کے مرحلے میں اور یقینی طور پر ملکی فضاء کو متاثر کرنے والے موقفوں میں بھی، ہرگز دخیل نہ ہونے دیں۔ ان سب میں سرفہرست قانون ہے۔ قانون کو مفید و کارآمد، عصری تقاضوں سے ہماہنگ، شفاف، عمومی ضرورتوں پر مرکوز، قومی مفادات کی تکمیل کا حامل ہونا چاہئے۔ ترقی و انصاف کی دہائی میں تمام قوانین وہ ہونے چاہئے جو ان دونوں عوامی پہچان کو عملی جامہ پہنانے میں مدد کریں اور طویل المدت نقطہ نگاہ سے جس قدر بھی طویل و عریض ہونا ممکن ہے اس کا دامن زیادہ سے زیادہ وسیع ہونا چاہئے۔ تاکہ قانون ملک کی اولویتوں پر حاوی و محیط ہو اور قانون سازی کے اہتمام میں مناسب مقام پیدا کر سکے۔

ایرانی پارلیمنٹ ''مجلس شورائے اسلامی'' ملک اور اسلامی نظام کا ایک بنیادی رکن ہے۔ وہ تمام چیزیں جو اسلامی نظام میں ایک امتیاز اور پہچان کی حیثیت رکھتی ہیں، انہیں ''مجلس'' میں متجلی و منعکس ہونا چاہئے۔ ایمان، شجاعت، تقدم، نظام کی بنیادوں پر استقامت، دشمنوں کے مقابلے میں ثبات و اولوالعزمی، عصری تقاضوں سے ہم آہنگی، جدت و خلاقیت، اتحاد اور قومی یکجہتی، جذبہ قربانی کے ساتھ کار و کوشش، تمام انفرادی اور اجتماعی قوتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لانا وہ نشانیاں ہیں جو ایک کامیاب ''مجلس'' کی

شناسائی کر سکتی ہیں۔

(ملک کی) دوسری قوتوں کے ساتھ حقیقی اور مخلصانہ تعاون اور بلا وجہ کی دشواریاں ایجاد کرنے سے پرہیز بھی ایک اور اہم علامتی نشان ہے جو قومی یکجہتی میں فیصلہ کن کردار کا حامل ہے اور ملک سے ہمدردی رکھنے والوں نے ہمیشہ اس پر زور دیا ہے اور دنیا کی نگاہ میں عوامی مفادات اور ملت ایران کی وجاہت اسی سے وابستہ سمجھی جاتی ہے۔ یہ نصیحت ہمیشہ ملک کی دوسری قوتوں نیز تمام ذمہ دار افراد اور ڈھانچوں سے بھی تعلق رکھتی ہے اور سبھی کو قانون اور آئین کو ''فصل الخطاب'' یعنی آخری مرحلہ سمجھنا چاہئے۔

میں نے ''مجلس'' کے پچھلے دوروں میں بھی اپنے محترم نمائندوں کی خدمت میں بعض نصیحتیں عرض کی ہیں اور انہیں فریضے کی ادائیگی کی طرف، جو اس چند روزہ دنیا اور میدان آخرت میں خداوند عالم کی عدل پرور نگاہوں سے اوجھل نہ ہو سکنے والی ذمہ داری ہے، پہلے بھی متوجہ کیا ہے اور آج بھی میں تمام محترم نمائندوں کو مخلصانہ طور پر ان گزارشوں کی طرف متوجہ کر رہا ہوں۔

آخر میں پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دیگر انبیائے کرام، ائمہ معصومین علیہم السلام اور حضرت ولی اللہ الاعظم روحی فداہ کی خدمت میں تحیۃ وسلام پیش کرتا ہوں اور شہیدوں کی ارواح طیبہ اور ان شہیدوں کے امام (امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ) پر درود کے ساتھ اپنی بات ختم کر رہا ہوں۔ آپ سب کے لئے اللہ تعالی کی نصرت و ہدایت اور توفیقات کا طالب ہوں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

27 مئی 2012

نئے ہجری شمسی سال 1373 کے آغاز پر پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یا مقلب القلوب والابصار۔ یا مدبر اللیل والنھار۔ یامحول حول والاحوال۔ حول حالنا الی احسن الحال۔

عید نوروز تمام ہم وطنوں اور پوری دنیا کے تمام ایرانیوں کو مبارک ہو۔ خاص طور پر ایثار و فدا کاری کرنے والوں، ان گھرانوں کو جنہوں نے ایرانی قوم کی عظیم تحریک میں کوششیں کیں اور مشکلات برداشت کیں، بالخصوص شہیدوں کے اہل خاندان اور دفاع وطن کی جد و جہد میں اپنے اعضائے بدن کا نذرانہ پیش کرنے والے جانبازوں اور ان کے گھر والوں کو، اسی طرح دشمن کی جیلوں سے رہا ہوکر آنے والوں اور ان اسیروں کو جو اب بھی دشمن کی قید میں ہیں اور ان کے گھر والوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ دعا کرتا ہوں کہ ہمارے لاپتہ افراد اور دشمن کی قید میں موجود افراد جلد سے جلد واپس آ کر ہمارے دلوں کو شاد کریں۔ اسی طرح ان تمام اقوام کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں جو عید نوروز مناتی ہیں۔ جمہوریہ آذربائیجان کے عوام کو اور اپنے ملک کے اطراف کی ریاستوں کے عوام کو جو عید نوروز مناتے ہیں، مبارکباد پیش کرتا ہوں اور خدا سے نئے ہجری شمسی سال میں سب کے لئے توفیق طلب کرتا ہوں۔

ہم تحویل سال کے آغاز کی دعا میں خداوند عالم سے کہتے ہیں کہ ہمارے حال کو بہترین حال میں تبدیل کر دے۔ رمضان المبارک میں بھی ہم نے خدا سے دعا

کہ ''اللھم غیر سوء حالنا بحسن حالك'' ہمارے حال کی برائیوں، مشکلات، ہماری سرشت، رمضان المبارک کی روزانہ کی دعاؤں میں ہم خداوند عالم سے کہتے ہیں کہ ہماری زندگی، ہماری روح اور ہمارے جسم کو اپنے خیر و رحمت کی برکت سے تبدیل کر دے۔ یہ تغیر و تبدل انسان کی تکاملی رفتار کے اہم ترین اسرار میں سے ہے جس کا اسلام نے ہمیں حکم دیا ہے۔ یہ کچھ خاص لوگوں سے مخصوص نہیں ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حال کی تبدیلی ان لوگوں کے لئے ہے کہ جو اسلامی معیاروں کے مطابق بدحالی کا شکار ہیں۔ جو اچھے اخلاق اور حال کے مالک ہیں، وہ بھی چونکہ بہترین نہیں ہیں، اس لئے خدا سے دعا کرتے ہیں کہ انہیں بہترین صورت حال کی طرف لے جائے۔ ہم جو بھی ہوں، جہاں بھی ہوں، علم و دانش، معرفت، کمال اور اخلاق کے جس مرتبے پر بھی ہوں، ہمیں خدا سے دعا کرنی چاہئے کہ ہمارے حال کو بہتر کر دے اور کمال کے راستے پر آگے بڑھائے۔

یہاں سوال یہ ہے کہ ''اس کامل ہونے کی علامت اور جہت کیا ہے اور کس طرح انسان کا حال بہتر ہوتا ہے اور وہ منزل کمال کی طرف جاتا ہے؟'' میں آپ عزیزوں سے جو آغاز سال پر میری یہ گفتگو سماعت کر رہے ہیں، دو علامتیں بیان کرتا ہوں۔ یہ دونوں علامتیں خدا کی قربت اور بندگان خدا سے محبت ہے۔ ہم جہاں بھی ہوں جس کیفیت اور حالت میں بھی ہوں، خدا سے انس و محبت اور قربت کی طرف بڑھیں۔ یعنی اپنے کردار میں گناہوں کی جستجو کریں اور انہیں ترک کریں۔ انسان عام طور پر اپنے کام کی برائیوں کو نہیں پہچانتا۔ دوسرے الفاظ میں حب نفس کے سبب ہم اپنے نقائص اور عیوب کو نہیں دیکھ پاتے۔ بنابریں پہلے ان نقائص اور عیوب کا پتہ لگائیں اور پھر انہیں دور کر کے خدا کا تقرب حاصل کریں۔ تقرب خدا حاصل کرنے کے بعد، عوام سے محبت کریں، ان کے لئے مخلص رہیں، باوفا رہیں، نیکی کریں، اچھا سلوک کریں۔ یعنی تمام طبقات کے لوگوں بالخصوص کمزور لوگوں، چاہے وہ جسمانی لحاظ سے کمزور ہوں، یا مالی لحاظ سے، سماجی حیثیت میں کمزور ہوں یا بے یار و مددگار ہونے کی وجہ سے کمزور

ہوں، ان کے ساتھ محبت اور نیک رفتاری کو اپنا شعار بنائیں۔ جس کا بھی سامنا ہو بالخصوص اگر وہ کمزور ہو تو اپنے رویئے کی اصلاح کریں اور کوشش کریں کہ بندگان خدا کے ساتھ ہمارا سلوک اور طرز عمل اچھا ہو۔ اگر اس راستے پر چلیں اور لحظہ بہ لحظہ اپنی اصلاح کریں تو تحویل حال بہ احسن حال کا عمل انجام پائے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہم بہترین ہو جائیں گے لیکن بہترین ہونے کے راستے پر انشاء اللہ آگے بڑھیں گے۔

میں اس وقت ایک نکتے کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں جو بہترین ہونے سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلے یہ عرض کردوں کہ موجودہ حالات میں ایک طرف ہر منصف مزاج انسان کے لئے بہت اہم معیاروں اور اعلی اقدار پر استوار ہمارا نظام انتہائی پر کشش ہے جو ابھی جوانی کے مرحلے میں ہے، اور دوسری طرف ہمارا ملک عظمت و شوکت، درخشاں ماضی، اعلی تہذیب و ثقافت، قابل فخر تاریخ، ماضی کی قیمتی میراث اور فراواں مادی دولت و ثروت کا مالک ہے کہ اسی دولت و ثروت میں سے ایک تیل اور گیس ہے جو پتہ نہیں سب سے بڑی ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ دیگر زمین دوز ذخائر بھی ہیں اور اس عظیم اور دولت و ثروت سے مالامال ملک میں ایک عظیم قوم رہتی ہے، مناسب ہے کہ ہمارے عوام اپنے اندر اسی معیار کی تبدیلی لائیں۔

جو اخلاقی نکتہ میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آغاز سال سے دو باتوں کو اپنا شعار بنائیں۔ یہ دو باتیں ''کام کا جذبہ'' اور ''سماجی نظم وضبط'' ہے۔ یہ دونوں معیار ہمارے لئے ہم جہاں بھی مصروف کار ہوں، بہت اہم ہیں۔ ''کام کا جذبہ'' یعنی یہ کہ اگر کوئی کام قبول کیا، اس کو انجام دینے کا وعدہ کیا تو چاہے یہ کام اپنی ذات کے لئے ہو، اپنے خاندان کے لئے ہو، روزی کمانے کے لئے ہو، یا سماج اور عوام کے لئے ہو اور دوسروں سے تعلق رکھتا ہو، جیسے اہم سماجی امور اور ملکی ذمہ داریاں، اس کو اچھی طرح بھرپور توجہ کے ساتھ اور بطریق احسن انجام تک پہنچائیں اور پوری دلجمعی سے کام کریں۔ اگر کسی قوم میں ''کام کا جذبہ ہو'' تو اس کے کام کا نتیجہ بہت اچھا ہوگا۔ جب کام کا نتیجہ اچھا ہو تو یقیناً سماج کی حالت اچھی ہوگی۔ ممکن ہے کہ سیاسی اور اقتصادی

ماہرین میں سے ہر ایک ملک کے مختلف امور اور مسائل کے بارے میں مختلف تجزیئے پیش کرے۔لیکن میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جو بھی تجزیہ پیش کیا جائے، مشکلات کا حل انہیں دو باتوں ''کام کے جذبے'' اور ''سماجی نظم وضبط'' میں ہے۔

''سماجی نظم وضبط'' یعنی تمام امور میں ڈسپلن کا خیال رکھنا۔آپ یہ نظم وضبط چھوٹے کاموں سے شروع کریں۔فرض کریں، سڑکوں پر پیدل چلنے والوں کے لئے بنائی گئی مخصوص علامت پر گاڑیوں کا نہ آنا یا پیدل چلنے والوں کا سڑک عبور کرنے کے لئے بنائی گئی مخصوص جگہوں کے علاوہ کہیں اور سے سڑک عبور نہ کرنا۔ یہ کام پہلے مرحلے میں معمولی نظر آتا ہے۔لیکن سماجی ضابطے کو یہیں سے شروع کریں اور تمام امور میں نافذ کریں تاکہ ملک کی اعلا ذمہ داریاں اور مسائل سے نمٹنے میں نظم وضبط سے کام لیا جائے۔ جو لوگ ایسی جگہوں پر کام کرتے ہیں جہاں لوگوں سے ان کا سابقہ پڑتا ہے، لوگوں سے ملنے میں نظم وضبط کی پابندی کریں۔جن لوگوں نے کوئی کام اپنے ذمہ لیا ہے، اس کام کی انجام دہی میں نظم وضبط کی پابندی کریں تو ملک وقوم کو شادابی ملے گی اور ان کا کام اچھی طرح آگے بڑھے گا۔

آج خوش قسمتی سے اچھی پیشرفت ہو رہی ہے۔ میں ملک کے مسائل سے پوری آگاہی کی بنیاد پر آپ سے یہ بات عرض کر رہا ہوں۔ البتہ ہمارے بہت سے عوام، بالخصوص وہ جو ملک کے موجودہ مسائل پر نظر رکھے ہوئے ہیں، اس پیشرفت کو محسوس کرتے ہیں۔ ایرانی قوم اور خود مختاری کی مخالف تسلط پسند طاقتوں کی جانب سے ہمارے اوپر دباؤ بہت ہے مگر اس دباؤ کو ہماری عظیم قوم اور مخلص حکام پوری طرح ناکام بنا رہے ہیں اور ان کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا۔ممکن ہے کہ مختصر مدت کے لئے وہ بعض مشکلات کھڑی کر دیں لیکن ان کو اچھی طرح دور کیا جا سکتا ہے۔ہم تعمیر وترقی، پیشرفت اور ایک عظیم تمدن کی بیناد رکھنے میں مصروف ہیں۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ہم خود کو بچا لیں اور اپنے بارے میں ہی سوچیں۔مسئلہ یہ ہے کہ

ایرانی قوم اپنی منزلت اور شان کے مطابق، ایک تمدن وجود میں لا رہی ہے۔ اس تمدن کی بنیاد، صنعت، ٹیکنالوجی اور سائنس نہیں بلکہ ثقافت، بینش، معرفت اور فکر انسانی کا ارتقاء ہے۔ جو چیز کسی قوم کو فراہم کرتی ہے اور اس کو علم کا تحفہ بھی دیتی ہے ہم اسی راستے پر اور اسی جہت میں گامزن ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ کام کریں بلکہ، اس تمدن کو وجود میں لانے کے لئے ملت ایران کی تاریخی تحریک شروع ہو چکی ہے۔

ان حالات میں عظیم ملت ایران کی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے، سب کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کو کیا کرنا ہے اور کس راستے پر آگے بڑھنا ہے۔ میری نظر میں یہ دو باتیں، یعنی ''کام کا جذبہ'' اور ''سماجی نظم وضبط'' ہمارے لئے دو معیار اور شعار ہو سکتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یہ دونوں خصوصیات ہمارے اندر تبدیلی اور تکامل لا سکتی ہیں۔ انشاء اللہ وہ تبدیلی خدا کے تقرب، خدائی اقدار سے انس اور عوام کے ساتھ مہربانی اور محبت کی شکل میں ہوگی۔

دعا ہے کہ ہمارے عوام کے لئے سن تیرہ سو تہتر نیکی اور برکتوں کا سال ہو۔ حضرت ولی عصر اروحنا فداہ کی پاک دعائیں ان کے شامل حال ہوں۔ حکام بھی ان بڑی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں جو انہوں نے قبول کی ہیں، کامیاب ہوں۔

میں درود بھیجتا ہوں اپنے امام (خمینی رحمۃ اللہ) کی روح مطہر پر کہ یہ عظیم راستہ ہماری قوم کو آپ ہی نے دکھایا۔ دعا ہے کہ خداوند عالم اس سال بھی گذشتہ برسوں کی طرح آپ کی روح مقدس کو اپنی برکت، مغفرت اور فضل وکرم میں شامل کرے اور آپ کے لئے اور اپنی زندگی کے امور کے لئے عوام کی دعاؤں کو قبول فرمائے۔

سید علی خامنہ ای

1373 ہجری شمسی

ایرانی ویٹ لفٹنگ ٹیم کی شاندار کارکردگی پر تہنیتی پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ویٹ لفٹنگ کے عالمی مقابلوں میں شرکت کے لئے جانے والی ٹیم کے ارکان

السلام علیکم

آپ نوجوانوں، میڈل جیتنے والوں بالخصوص جناب بہداد سلیمی اور جناب کیانوش رستمی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ان عالمی مقابلوں میں اپنی کامیابی سے ملت عزیز ایران کے دلوں کو شاد کیا۔

سید علی خامنہ ای

22 آبان 1390

مطابق 13 نومبر 2011

قابل ذکر ہے کہ ویٹ لفٹنگ کے 79 ویں عالمی مقابلوں کا انعقاد فرانس میں ہوا۔ ان مقابلوں میں ایران کی ویٹ لفٹنگ ٹیم نے مجموعی طور پر 495 پوائنٹ حاصل کئے اور تیسرے مقام پر پہنچی جو ایران کے لئے ویٹ لفٹنگ مقابلوں کا اب تک کا بے مثال نتیجہ رہا۔

ایران نے دو گولڈ، ایک سلور اور دو برونز میڈل جیتے۔ ایران کی طرف سے

بہداد سلیمی نے سپر ہیوی ویٹ کیٹیگری کے مقابلے میں اسنیچ سیکشن میں 214 کلوگرام کا وزن اٹھا کر ایک نیا عالمی ریکارڈ قائم کر دیا انہوں نے 2003 میں ایران کے معروف ویٹ لفٹر حسین رضازادے کے ہاتھوں بننے والے 213 کلوگرام کے ریکارڈ کو توڑا۔ سلیمی نے کلین اینڈ جرک سیکشن میں 250 کلوگرام کا وزن اٹھایا۔ پچاسی کلوگرام کی کیٹیگری میں کیانوش رستمی نے بھی گولڈ میڈل جیتا جبکہ سجاد انوشیروانی نے سپر ہیوی ویٹ مقابلے میں اسنیچ سیکشن میں 198 کلوگرام اٹھا کر برونز اور کلین اینڈ جرک سیکشن میں 241 کلوگرام اٹھا کر سلور میڈل حاصل کیا۔

ایران کی ٹیم کو مجموعی طور پر پانچ گولڈ، دو سلور اور چار برونز میڈل حاصل ہوئے۔

❁❁❁❁❁❁

انیسویں کل ایران نماز کانفرنس کے نام قائد انقلاب اسلامی کا پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پہلے قبا اور پھر مدینے میں مسجد کے نام سے ایک نئے تشخص کی تعمیر، اسلامی معاشرے کی تشکیل کے شروعاتی دور میں اسلام کی زیباترین اور انتہائی با مقصد جدت عمل تھی۔ خانہ خدا اور بندوں کا گھر، اللہ سے راز و نیاز کے لئے خلوت کا مقام اور عوام الناس کے اجتماع کی جگہ، روحانی معراج و ذکر خداوندی کا مرکز اور دنیوی علم وجہاد و تدبیر و تدبر کا پلیٹ فارم، جائے عبادت اور مرکز سیاست، یہ بہم پیوستہ دوہرے سلسلے ہیں جو اسلامی مسجد کی تصویر پیش کرتے ہیں اور دنیا میں رائج دیگر عبادت گاہوں سے اس کے فرق کو واضح کرتے ہیں۔ اسلامی مسجد پرخلوص عبادت کے جذبہ و اشتیاق اور صحتمند، دانشمندانہ و پاکیزہ زندگی کی امید ونشاط کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتی ہے اور افراد و معاشرے کو اسلامی منزل کے قریب پہنچاتی ہے۔ مسجد اسلامی مکتب فکر میں دنیا و آخرت کے امتزاج اور افراد و معاشرے کے باہمی رشتے کا آئینہ ہے۔

اس نقطہ نگاہ کی بنیاد پر ہمارے دل مسجد کے لئے دھڑکتے اور احساس ذمہ داری و جذبہ اشتیاق سے معمور ہو جاتے ہیں۔ آج ہمارے ہاں ان مساجد کی تعداد کم نہیں ہے جو اس پرکشش اور شوق انگیز تصویر کی جھلک پیش کرتی ہیں۔ ہماری پاکیزہ

طینت نوجوان نسل کی موجودگی اور ہمدردانہ جذبے سے سرشار اور باخبر علمائے کرام اور اساتید کے وجود سے مسجدیں حقیقی معنی میں ذکر وعبادت اور فکر ومعرفت کا مرکز بن گئی ہیں اور ہمارے دلوں میں عظیم وگرانقدر ''ذکر'' کو جگہ ملی ہے۔ تاہم جب تک یہ فریضہ بحسن وخوبی ادا نہ کر دیا جائے ہم میں سے کوئی بھی مساجد کی کمی یا ان کی کمزوری اور ناکافی کارکردگی سے معاشرے، نوجوانوں، خاندانوں اور آئندہ نسلوں کے لئے پیدا ہونے والے خطرات سے بے فکر نہیں ہوسکتا ہے اور ملک و نظام وعوام کو اسلامی مسجد سے ملنے والی برکتوں سے محروم نہیں کرسکتا اور نہ ہی ایسا کرنا مناسب ہے۔

سب سے اہم بات مسجد کی عمارت اور اس میں با صلاحیت عالم دین کی موجودگی ہے۔ ملک میں اس وقت دسیوں ہزار مسجدیں موجود ہیں لیکن اب بھی گاؤں، شہروں اور کالونیوں میں ہزاروں مساجد کی ضرورت ہے۔ مسجد تک آسان رسائی ہمارے مومنین اور نوجوانوں کی بہت اہم ضرورت ہے۔ اسپتالوں میں ڈاکٹروں اور نرسوں کی موجودگی کی مانند مسجد میں پرہیزگار، دانشمند، ماہر اور جذبہ ہمدردی رکھنے والے عالم دین کی موجودگی مسجد کی روح وجان کا درجہ رکھتی ہے۔ امام جماعت کو چاہئے کہ خود کو آمادہ کرنے کے لئے روحانی طبابت کو اپنا فریضہ تصور کرے اور مساجد کے امور دیکھنے والے مراکز اور دینی مدارس ہر جگہ اس کی مدد کریں۔ مسجدوں کو تفسیر وحدیث کی درسگاہ، سماجی وسیاسی تعلیمات کا پلیٹ فارم اور وعظ ونصیحت اور اخلاقی تربیت کا سرچشمہ ہونا چاہئے۔ مساجد کے متولیان کرام، انتظامیہ کے افراد اور ذمہ دار حضرات کی محبت آمیز باتوں سے نوجوانوں کے پاکیزہ دلوں کو مشتاق اور گرویدہ بنایا جانا چاہئے۔ نوجوانوں کی موجودگی اور رضا کارنہ جذبات سے مساجد میں زندگی، نشاط اور امید کی لہر دوڑ جانی چاہئے۔ ہر مقام اور علاقے میں مسجد اور تعلیمی مرکز کے مابین مناسب اور معینہ رابطہ وتعاون ہونا چاہئے۔

کتنی اچھی بات ہے کہ ہر علاقے میں مسجد کے اندر تمام لوگوں کی آنکھوں

کے سامنے امام جماعت کی طرف سے ممتاز طلبہ کی حوصلہ افزائی کی جائے۔مسجد کا رابطہ ایسے نوجوانوں سے جو شادی کرنے جا رہے ہیں، یا جنہیں علمی، سماجی، کھیل کود اور فن و ہنر کے میدانوں میں کامیابیاں ملی ہیں، ان بلند ہمت افراد سے جو دوسروں کی مدد کو اپنی بلند ہمتی کی بنیاد سمجھتے ہیں، ان ستم رسیدہ افراد سے جو غمگسار کے متلاشی ہیں اور حتی ان نوزاد بچوں سے جنہوں نے دنیا میں قدم رکھا ہے، قائم اور مضبوط ہونا چاہئے۔مسجد ہر علاقے اور محلے میں خیر و برکت کی بنیاد اور مرکز ہونا چاہئے اور بدرجہ اولی اس میں پڑوسیوں کی زحمت اور تکلیف کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔تکلیف دہ آوازوں کا بلند ہونا خاص طور پر رات کو لوگوں کے آرام کے وقت نامناسب عمل اور بسا اوقات خلاف شریعت فعل ہے۔مسجد سے بس ایک ہی آواز بلند ہونی چاہئے اور وہ ہے اذان کی سماعت نواز اور دلنشیں آواز۔

مساجد کی تعمیر اور ان کی ظاہری اور روحانی آرائش پر توجہ دینا سب کا فریضہ ہے، اس میں ہر شخص کو اپنی طاقت و توانائی کے مطابق حصہ لینا چاہئے۔عوام الناس، بلدیہ اور حکومتی محکمے، ہر ایک کو اس میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے اور ایک دانا، فرض شناس و پرہیزگار عالم دین ان مقدس مساعی کا مرکزی نقطہ ہوسکتا ہے اور اسے ہونا چاہئے۔

اللہ تعالی سے سب کے لئے توفیقات کا طالب ہوں اور مجاہد و خدمت گار عالم دین حجت الاسلام و المسلمین جناب قرائتی کے لئے طول عمر، بلند ہمتی اور روز افزوں کامیابیوں کی دعا کرتا ہوں۔

والسلام علیکم و رحمہ اللہ

سید علی خامنہ ای

18 مہر ماہ 1389

10 اکتوبر 2010